REG. No E.P. 67.

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

ایڈیٹر:- صلاح الدین ملک ایم۔ اے

اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقا پوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ممالکِ غیر ۷½ روپے
فی پرچہ ۲ ؍ ۰

تواریخ اشاعت
۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۵ | ۱۲؍ وفا ۱۳۳۵ ہش - ۱۲؍ ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ - ۲۱؍ جولائی ۱۹۵۶ء | نمبر ۲۷

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

مری - ۱۲؍ جولائی - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کے متعلق مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی رپورٹ مظہر ہے کہ:-

حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

احباب کرام حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت و سلامتی و درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

اخبار احمدیہ لاہور ۱۱؍ جولائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو کل دوپہر کے بعد بخار ہو گیا تھا۔ اور شام کے قریب انتڑیوں کی سوزش بھی بڑھ گئی تھی اور کافی بے چینی رہی۔ آج صبح کچھ افاقہ محسوس ہوتا ہے احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کیلئے دعا فرمائیں۔

ربوہ ۱۴؍ جولائی - حضرت مرزا شریف احمد صاحب لاہور تشریف لے آئے ہیں آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ البتہ کمر درد کی شکایت ہے احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کے بارہ میں الفضل میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کا تازہ تار شائع ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے:- مری ۱۳؍ جولائی عزیزہ امۃ الباسط کا اپریشن بفضلہ تعالےٰ کامیاب رہا ہے اور appendix نکال دی گئی ہے۔ احباب عزیزہ موصوفہ کی صحت کاملہ کیلئے دعا فرمائیں۔

قربانی کا دن

اگرچہ حج کے اختتام پر قربانی دینا ہر حاجی کے لئے ضروری ہے۔ لیکن سنت نبوی سے یہ بھی ثابت ہے اور اس پر آج تک امت محمدیہ کا عمل چلا آتا ہے کہ جو مسلمان حج کو تو نہیں جا سکا لیکن اُسے اس موقعہ پر قربانی کرنے کی طاقت ہے تو وہ ان مقررہ دنوں میں قربانی دیتا ہے۔ اس طرح حاجیوں کے ساتھ شامل کر ہر سال ہزاروں ہزار جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ آؤ ہم غور کریں کہ اس قربانی کا اصل مقصد کیا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ظاہری طور پر تو قربانی ایک جانور کی کی جاتی ہے۔ لیکن اسلام کی اصل غرض اس سے کچھ اور ہے۔ جو محض خونریزی سے کہیں زیادہ قیمتی اور نسل انسانی کے لئے مفید ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

یعنی یہ جو تم جانوروں کی قربانیاں ذبح کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ خدا کو ان کے گوشت اور خون کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ تو ان قربانیوں کے ساتھ تمہارے دل میں تقوےٰ کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے۔ تو سمجھو کہ تمہاری قربانی ٹھکانے لگی ورنہ بے فائدہ خون بہانے کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

اگر ہم اس طرح کے مفہوم کو ذہن میں رکھ کر اس بات پر غور کریں تو بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک تقریب پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کو جو قربانی کے نام سے یاد کیا گیا ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ

یہ قربانیاں خدا تعالےٰ کے قرب اور اس کی ملاقات کا موجب ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی قربانی ذبح کرتے وقت ہر قربانی دینے والے سے اسلام جو چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نفس میں خدا کی کامل فرمانبرداری اور اس کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا ایسا اعلیٰ جذبہ پیدا ہو کہ عند الضرورت بغیر کسی طرح کے پس و پیش کے وہ اپنے تئیں بالکل اس طرح تیار پائے جس طرح اس کی قربانی نے اپنی گردن کو ذبح کرنے والے کی چھری کے سامنے رکھ دیا۔ اس نقطہ لطیفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے خطبہ الہامیہ میں قربانی کا فلسفہ ان الفاظ میں بتایا:-

"والمسلم من اسلم وجهه لله رب العلمين وله نحر ناقة نفسه وتلّه للجبين وما نسى الحين في حين"

یعنی مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالےٰ کے آگے رکھ دیا ہو اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے ان کے لئے قربان کر دیا ہو۔ اور اس کو ذبح کے لئے پیشانی کے بل گرا دیا ہو اور پھر خود وہ موت سے ایک دم بھی غافل نہ ہوا ہو۔"

ہر شخص کو اپنی زندگی میں بیسیوں ایسے دن دیکھنے نصیب ہوتے ہیں۔ جبکہ متعدد بار اُسے عملی طور پر ظاہری رنگ میں جانور کی قربانی ذبح کرنے کی بھی توفیق ملتی ہے۔ لیکن اس کی قربانی کا حقیقی دن وہی ہوتا ہے۔ جب اُسے خدا کے قرب اور اس کی ملاقات کے رنگ میں اصل مقصود اور مقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ چیز ایسی سہل الحصول نہیں بلکہ اس کے لئے مسلسل محنت اور لگاتار قربانی کی ضرورت ہے۔ جس طرح قربانی صفحہ ۹ پر

صفحہ ۹ پر

ماہ اکتوبر میں زیارت کے لئے ابھی سے تیاری

گذشتہ اشاعت میں جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کے مفصل اعلان سے جماعت کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ اس سال قادیان میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۲؍ ۱۳؍ ۱۴؍ اکتوبر کو منعقد ہو رہا ہے جلسہ سالانہ کی تاریخوں میں تبدیلی اگرچہ متعدد دیگر فوائد کی حامل ہے۔ لیکن اس سے ایک بہت بڑا فائدہ اس رنگ میں حاصل ہوتا ہے کہ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں موجود احمدیہ جماعتوں کی اکثریت ایسے علاقوں میں ہے جو اپنے یہاں کے موسم کے لحاظ سے اس شدت کی سردی کو عام حالات میں برداشت نہیں کر سکتے جو ماہ دسمبر میں مشرقی پنجاب میں ہوا کرتی ہے۔ اور غالباً اسی وجہ سے بعض دوست اس مبارک سفر سے محروم رہتے رہے ہیں۔ لیکن اب ماہ اکتوبر میں نئی تاریخوں کے تقرر کے بعد یہ دقت بھی جاتی رہی ہے۔ اس وقت موسم نہایت خوشگوار اور موسمی اعتبار سے سفر میں بھی کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لئے

تمام احمدی جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے یہاں سے زیادہ سے زیادہ افراد کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے بھیجیں۔

اصل بات یہ ہے کہ کوئی چیز جوں جوں اپنے مرکزی نقطہ سے قریب ہوتی جائے۔ اُس کا تعلق زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور جوں جوں اس سے دور ہٹتی جائے اس کے لگاؤ میں فرق آنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صحبت صالحین پر خصوصیت سے زور دیا ہے اور فرمایا ہے کونوا مع الصادقین۔

چنانچہ اس کا ایک اعلیٰ اور عمدہ ذریعہ وہ ہے۔ جو سال میں ایک بار ایام تانی وغیرہ کے طور کہ اپنے آشیانہ میں اکٹھے ہو کر اپنی روحانیت کو جلا دینے کا موقعہ ملتا ہے۔ جہاں وہ آئندہ ترقیات کے لئے بھی سوچ بچار کرتے ہیں۔ بس اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اگرچہ ابھی مدت قریب دو ماہ کا عرصہ باقی ہے لیکن یہ دن جلد گزر جائینگے جس کے لئے ابھی سے تیاری کی ضرورت ہے۔ تا مقررہ تاریخوں میں سفر کرنے میں کسی طرح کی دقت پیش نہ آئے۔ خدا تعالےٰ اس کی توفیق دے۔ آمین۔

قبولیت دعا کا نشان

مسٹر درشن لال صاحب جالندھر شہر جن کی والدہ صاحبہ خطرناک طور پر بیمار تھیں اپنے انگریزی خط مورخہ ۵؍ جولائی ۱۹۵۶ء بنام ناظر دعوت و تبلیغ لکھتے ہیں:-

" جناب عالی

مجھے آپ کا خط ۸۶۱/ ۹-۶-۵۶ موصول ہوا۔ آپ کو اس سے بہت خوشی ہوگی کہ میری والدہ صاحبہ بیماری سے شفایاب ہوگئی ہیں یہ سب کچھ آپ کی کوششوں (دعاؤں) کا نتیجہ ہے۔

اگرچہ میری گوت پنڈت ہے لیکن میں آپ کے مذہب احمد علیہ السلام پر پورے طور پر یقین رکھتا ہوں جنہوں نے میری ماں پر اپنی رحمتیں اور فضل برسائے۔

آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ نے کچھ احمدیہ لٹریچر بھجوایا ہے۔ وہ مجھے ابھی تک نہیں ملا۔ مہربانی کر کے جلد بھجوائیں۔

آپکا تابعدار
دستخط درشن لال

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

عیدالاضحی احادیث کی روشنی میں

(از مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب منیر شاہد واقفِ زندگی ربوہ)

عیدالاضحیٰ یہ عید حج کے دوسرے دن ہوتی ہے۔ اور اپنے اندر ایک اہم تاریخی واقعہ کی یادگار رکھتی ہے۔ یہ یادگار ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام و حضرت ہاجرہ علیہما السلام کی اُس قربانی کی یادگار ہے۔ جو انہوں نے آج سے کئی ہزار سال قبل، تاریخی زمانہ سے بھی پہلے وقت کی یادگار مکہ معظمہ کے پاس دی۔ اُن تین وجودوں کی تابعداری میں کی جانے والی ہر قربانی اپنے اندر ایک عظیم الشان سبق و نصیحت رکھتی ہے۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ اس قربانی کی فلاسفی ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

" اس سے اللہ تعالےٰ دنیا کو یہ سبق بھی دینا چاہتا ہے۔ کہ قربانی وہ نہیں۔ جس میں انسان خود ہلاک ہو جاوے۔ جیسا کہ دوسری قوموں میں رواج تھا کہ خود مر جاتے یا اپنے عزیزوں کو ذبح کر دیتے۔ بلکہ قربانی یہ ہے کہ انسان اس غرض سے اس طرح تکلیف اُٹھائے کہ اس کا فائدہ دنیا کو پہونچے۔ خدا تعالےٰ کو یہ پسند نہیں۔ کہ لوگ مریں۔ بلکہ اُسے یہ پسند ہے۔ کہ لوگ زندہ ہوں۔ وہی قربانی اس کی نگاہ میں قبول ہو سکتی ہے۔ جو بنی نوع انسان کی زندگی کا موجب ہو۔ اس اصل کو ہم بکرا ذبح کرکے عیدالاضحیٰ میں تازہ کرتے ہیں "

(الفضل ۱۵ر نومبر ۱۹۴۵ء)

ذیل میں عیدالاضحیٰ کے متعلق آنحضرت صلعم کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ تا احادیث کی روشنی میں مسلمان اس مبارک تقریب کو منا سکیں:۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب رسول خدا (فداہ امی وابی) مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو آپ نے اہلِ مدینہ کو سال کے دو دنوں میں کھیلتے کودتے پایا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے مسلمانو! خداوند تعالےٰ نے تمہارے ان دنوں کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی مبارک تقریبات میں بدل دیا ہے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے۔ کہ ان دو دنوں میں خوشی منایا کرو۔

(ابوداؤد و نسائی)

احادیث سے ثابت ہے کہ قربانی کا ارادہ رکھنے والا اگر حاجیوں کی طرح چاند دیکھنے سے قربانی تک حجامت یعنی سر وغیرہ نہ منڈوائے۔ تو یہ مستحب اور موجب ثواب ہے۔

نمازِ عید سے قبل قربانی کا ذبح کرنا درست نہیں۔ اگر کوئی قربانی کر جائے تو قربانی نہ ہوگی

" براء بن عازب رضؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ عیدالاضحیٰ کے دن ہمارا سب سے پہلا کام نماز ادا کرنا ہے۔ پھر گھر جا کر قربانی چاہیئے۔ جس نے اس طریق سے یہ دن منایا۔ اُس نے ہماری سنت کو پا لیا۔ لیکن جس نے تقدیم و تاخیر سے کام لیا۔ اور قربانی نماز سے پہلے کر دی۔ تو وہ قربانی نہ ہوگی۔ بلکہ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ وہ عام گوشت ہوگا "

(بخاری جلد اول کتاب العیدین باب الخطبہ بعد العید ص۱۳۲)

عید کے روز خاص طور پر زیبائش کرنا سنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے بازار میں ریشم کا جُبہ دیکھا آپ وہ جُبہ لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس جُبہ کو مول لے لیں۔ اور عید و جس دن غیر قوموں کے وفود آئیں۔ اُس دن اس کو زیب تن فرمایا کریں الخ۔

(بخاری جلد اول کتاب العیدین باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیہما ص۱۳۰)

عیدالفطر کے روز کچھ کھا کر اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز کے بعد آکر کھانا سنت نبویؐ سے ثابت ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ نے بریدہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسولِ خدا اس عید کے دن نماز اور خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد ناشتہ فرماتے تھے۔ امام احمد کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ کھاتے بھی قربانی کے گوشت سے تھے۔

نمازِ عید کے ادا کرنے کے لئے بیرون از شہر جانا چاہئے اور آتے ہوئے تکبیر کہنا۔ جانے کا راستہ آتے ہوئے تبدیل کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ابو سعید الخدری سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف جاتے اور آتے وقت راستہ تبدیل فرماتے

(ترمذی باب العیدین)

نمازِ عید کے لئے عورتوں اور بچوں کا جانا بھی ضروری ہے۔ البتہ حائضہ عورتیں نماز ادا نہیں کریں گی خطبہ وغیرہ سنیں گی اور اجتماعی دعا میں شریک ہوں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا نے ہم عورتوں کو حکم دیا۔ کہ ہم حائضہ اور نوجوان کنواریوں کو نمازِ عید کے لئے عیدگاہ میں لے جایا کریں۔ یہ سب مسلمانوں کے ساتھ نیکی کے کاموں میں شریک ہوں۔ ہاں حائضہ عورتیں نماز ادا نہ کریں۔

(بلوغ المرام باب صلوٰۃ العیدین ص۲۴)

عید کے روز خوشی کی وجہ سے ایک حد تک گانا بجانا بھی سنت ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ عید کے روز میرے گھر میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت میرے پاس دو انصاری لڑکیاں بیٹھی گا بجا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آن کر یہ دیکھا تو فرمایا۔ "ایسے شیطانی کام خدا کے رسول کے گھر میں" یہ سنکر آنحضرت صلعم نے ایک طرف سے فرمایا۔ اے ابوبکر ہر قوم کی خوشی کا دن ہوتا ہے اور یہ دن ہماری خوشی کا ہے۔ اس لئے ان کو گانے دو۔

(بخاری جلد اول کتاب العیدین باب ماجاء فی العیدین ص۱۳۱)

حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت عمرو بن شعیب کی روایتوں سے ثابت ہے۔ کہ رسولِ خدا نمازِ عید عیدگاہ میں ادا فرماتے سب سے پہلے نماز دو رکعت ادا کرتے پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں قرأت بالجہر سے قبل کہتے۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ دیتے۔ جس میں مسلمانوں کو نیکی کی تحریص فرماتے۔ یہ خطبہ، خطبہ جمعہ کی طرح ہوتا تھا۔ خطبہ کے بعد مسلمان متفرق ہو جاتے۔ نہ نماز سے قبل کوئی رکعت پڑھتے اور نہ ہی بعد میں۔ نمازِ عید بغیر اذان و اقامت کے شروع ہوتی۔ البتہ ابو سعید الخدری کی روایت سے یہ ثابت ہے۔ کہ آپ گھر جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے (بلوغ المرام باب صلوٰۃ العیدین ص۳۵)

نمازِ عید کے متعلق عام حکم تو یہ ہے کہ عیدگاہ میں جا کر ادا کی جاوے۔ لیکن حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب بارش ہو تو مسجد میں بھی نمازِ عید ادا کی جا سکتی ہے۔

(بلوغ المرام باب صلوٰۃ العیدین ص۳۵)

قربانی کے متعلق یہ یاد رہے۔ کہ قربانی کرنا ہر صاحبِ وسعت پر واجب ہے۔ نماز عید ادا کرنے کے بعد یہ قربانی کی جاتی ہے۔ بکری دنبہ۔ مینڈھا۔ بھیڑ ہو۔ تو ایک شخص کی طرف سے قربانی ادا ہوگی۔ اور ایک گائے یا ایک اونٹ سات افراد کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے۔ قربانی کے جانور کی عمر کے متعلق پختہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ وہ جس نے اپنے دو دانت نکالے ہوں یا اس سے زائد عمر کا ہو۔ قربانی دیا جا سکتا ہے

بال ضأن یعنی دنبہ اور مینڈھا اگر چھ ماہ کا ہو۔ اور قدامت میں دو دندے کے برابر ہو۔ تو بھی جائز ہے۔ ایسے جانور جو اندھے۔ کانے لنگڑے (ایسا لنگڑا جو قربان گاہ تک خود چل کر نہ جا سکتا ہو) بالنصف سے زائد کان کٹے ہوئے ہوں۔ وہ قربانی کے طور پر نہیں دیئے جا سکتے۔ البتہ وہ جانور جس کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں یا سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں جائز ہے۔

خدا تعالےٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں عید کی خوشی سے ہمکنار کرے۔ اور یہ عید ہمارے نفوس کے لئے آئندہ ہزارہا عیدوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ آمین۔

ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

قادیان میں عیدالاضحیہ کی تقریب

قادیان ۱۹ر جولائی۔ آج جملہ درویشان کرام نے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ عیدالاضحیہ بخیر و خوبی منائی۔ ساڑھے سات بجے صبح مسجد اقصےٰ میں محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ نے عید کا دوگانہ مسنون طریق سے پڑھانے کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا ایک پرانا پُر اثر روح پرور خطبہ پڑھ کر سنایا۔ جس میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے عیدالفطر اور عیدالاضحیہ سے حاصل ہونے والی حقیقی خوشیوں سے حصہ لینے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کو کامل خوشی درحقیقت اُسوقت میسر آتی ہے جب وہ ذاتی قربانی کا اچھا اثر پانے کے ساتھ ورثہ میں ایسی ہی نیک نامی بھی پائے جو نہ صرف خود اُس کی عزت و احترام میں بڑھا دے بلکہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے اس نیکی کی وجہ سے مکرم و معزز ہو۔ عیدالفطر ہمیں ذاتی قربانی کے نتیجہ میں خوشی کے حصول کی طرف توجہ دلاتی ہے اور عیدالاضحیہ اپنے اسلاف کی قربانی پر خدا کی خوشنودی کے نتیجہ میں خوشی پانے پر خوشی کا موقعہ بہم پہنچاتی ہے۔

آخر میں محترم امیر صاحب نے اجتماعی دعا کی اور بعد دعا سب احباب ایک دوسرے کو عید مبارک کا م[بارکباد] دیتے ہوئے خوشی خوشی واپس لوٹے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ عید کے موقعہ پر درویشان کرام کے علاوہ بہت سے مہمان پاکستان اور ہندوستان کے مختلف مقامات سے بھی تشریف فرما تھے ۔ نماز سے فراغت کے بعد

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اسی کی طرف جھکا رہے اور اسی سے استعانت طلب کرے

اگر سچی توبہ۔ ایمان اور اعمال صالحہ حاصل نہ ہوں تو قدم قدم پر انسان کیلئے گمراہی کا خطرہ موجود ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۲ رجون ۱۹۵۶ء بمقام خیبر لاج مری (پاکستان)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ بعض مسلمان کہلانے والوں کی نسبت فرماتا ہے کہ واذا جاءوک حیوک بما لم یحیک بہ اللہ (مجادلہ ع ۲) یعنی جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسی دعائیں دیتے اور ایسے تعریفی کلمات تیرے حق میں کہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہے۔ حالانکہ رسول کو رسالت کے مقام پر جو اس کا اصل روحانی مقام ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ خود کھڑا کرتا ہے کوئی انسان کھڑا نہیں کرتا۔ لیکن بعض بے وقوف سمجھتے ہیں کہ ہم اگر کوئی تعریفی کلمہ کسی کے متعلق کہہ دیں گے تو اس سے اس کی شان بڑھ جائے گی۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ تمہارے کہنے سے کیا بنتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بتوں کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ نہ نفع اپنے اختیار میں رکھتے ہیں اور نہ ضرر (فرقان ع ۵) یہی حال انسانوں کا ہے۔ وہ کسی کی تعریف کر کے اگر اسے آسمان پر بھی چڑھا دیں تو وہ آسمان پر نہیں چڑھ سکتا۔ اور اگر زمین پر گرا دیں تو وہ زمین پر گر نہیں سکتا۔ پس ان کا کچھ کہنا بے وقوفی ہوتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے

کہ بعض لوگ کہلاتے تو مسلمان تھے مگر ہوتے منافق تھے۔ اور وہ بعض دفعہ تعریفی الفاظ بولتے تھے مگر ان کی مراد مذمت کرنا ہوتی تھی۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ یہودی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ راعنا (نساء ع ۷) اب راعنا کے لفظاً یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہم بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے آپ بھی ہماری رعایت کریں۔ اور ہمیں اپنی باتیں سننے کا موقعہ دیں۔ مگر مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ ذرا لہجہ بدل کر راعنا کی بجائے راعینا کہہ دیا کرتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تو بڑا متکبر اور مغرور ہو گیا ہے اب بظاہر تو یہی دکھائی دیتا۔ کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ بڑے معزز ہیں۔ آپ ہمیں بھی موقعہ دیں کہ آپ کی باتیں سنیں۔ مگر وہ کہتے یہ تھے کہ اس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اور یہ بڑا متکبر اور مغرور ہو گیا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرتے جو بظاہر تعریفی نظر آتے تھے۔ مگر درحقیقت ان کا مقصد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرنا ہوتا تھا۔ اور پھر وہ کہتے تھے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے۔ تو ہم نے اس سے جو یہ بے ادبی کی ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا۔ (مجادلہ ع ۲) مگر

خدا کی شان دیکھو

کہ آدمی بھی وہی ہے اس کا درجہ بھی وہی ہے اس کی شان بھی وہی ہے اس کو بھیجنے والا خدا بھی وہی ہے۔ لیکن ایک زمانہ میں مسلمان کہلانے والے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرید کہلانے والے آپ کی ایسی تعریف کرتے تھے جو جھوٹی ہوتی تھی اور گو وہ ظاہر یہ کرتے تھے۔ کہ وہ آپ کے بڑے معتقد اور جان نثار ہیں۔ مگر اپنے دل میں مختلف قسم کی کپٹ اور کینہ وغیرہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا

ظاہری اخلاص

ان کے کسی کام نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ منافق ہیں۔ اور ظاہر کچھ کرتے ہیں اور ان کے باطن میں کچھ اور ہے۔ مگر اب امت بھی وہی ہے نام بھی وہی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کا دعوےٰ بھی وہی ہے مگر زمانہ کا نقشہ بدل گیا ہے۔ اس زمانہ میں منافق منہ سے تعریف کرتا تھا اور دل میں مذمت اور تحقیر کے جذبات رکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں غلط تعریف کر رہا ہوں۔ مگر اب مسلمانوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا آپ کی ہتک ہے وہ بشر نہیں تھے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرح عالم الغیب تھے اور دل میں بھی سمجھتے ہیں کہ یہی بات سچ ہے گویا کہ اس زمانہ میں منافق جب کوئی تعریف

غلط اور بے جا تعریف

کرتا تھا تو دل میں سمجھتا تھا کہ میں غلط تعریف کر رہا ہوں۔ یا آپ تعریف کے مستحق نہیں۔ مگر آج مسلمان آپ کی تعریف بھی بے جا کرتا ہے اور پھر دل میں بھی سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے بلکہ وہ یہاں تک زور دیتا ہے۔ کہ جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔ غرض زمانہ کیسا بدل گیا ہے اور کتنا بڑا تغیر دنیا میں واقع ہو چکا ہے محمد رسول اللہ علیہ وسلم جب اپنے زمانہ میں زندہ تھے۔ جب آپ کی شان اور عظمت سارے عالم پر ظاہر تھی۔ جب آپ کے ہاتھ پر

بڑے بڑے معجزات

ظاہر ہو رہے تھے۔ اس وقت منافق آپ کے متعلق ایسے الفاظ بولتے تھے جو بظاہر تعریفی ہوتے تھے۔ مگر دل میں وہ سمجھتے تھے کہ یہ بات نہیں۔ ہم آپ کی جھوٹی تعریف کر رہے ہیں۔ گویا کبھی تو وہ ایسی تعریف کرتے تھے جو خدا نے نہیں کی۔ اور آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے جو خدا نے نہیں کہے۔ اور کبھی وہی لفظ بولتے تھے جو خدا نے بولے لیکن دل میں انہیں اپنی تعریف کی سچائی کا یقین نہ ہوتا تھا۔ اور نہ وہ خدائی الفاظ کی کوئی حقیقت سمجھتے تھے۔ مثلاً

قرآن کریم میں آتا ہے

کہ منافق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آکر کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ گویا وہ لفظ وہ بولتے تھے۔ جو مومن بھی بولا کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ تو ہمارا رسول ہے۔ مگر مجھے اپنی ذات ہی کی قسم کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ کیونکہ یہ دل میں تجھے خدا کا رسول نہیں سمجھتے (منافقون ع ۱)

گویا تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ وہ تھا جو وہی لفظ بولتا تھا جو خدا نے بولے مگر پھر بھی خدا تعالیٰ نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ وہ الفاظ تو درست استعمال کرتے تھے مگر دل میں ایمان نہیں رکھتے تھے۔

دوسرے وہ لوگ تھے

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے جن کے متعلق وہ اپنے دل میں تو سمجھتے کہ ان کے برے معنے ہیں۔ لیکن بظاہر ایسے الفاظ ہوتے تھے جن سے مسلمان یہ سمجھنے لگ جاتے تھے۔ کہ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کر رہے ہیں۔

اب اس زمانہ میں ایک تیسری قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جو دل میں بھی سمجھتے ہیں کہ ہم سچے ہیں۔ اور لفظ وہ بولتے ہیں۔ جو خدا نے نہیں بولے۔ اور آپ کی ایسی تعریف کرتے ہیں جو درحقیقت آپ میں نہیں پائی جاتی۔ اور پھر یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ سچ کہہ رہے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہیں تھے۔ یا کہتے ہیں کہ آپ کو کامل علم غیب حاصل تھا۔ اس بارہ میں مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں

جب ہم نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے پڑھنا شروع کیا۔ تو میرے ساتھ میر محمد اسحاق صاحب بھی شامل ہو گئے۔ ہم دونوں اس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ ان کی عمر کوئی دس سال کی تھی۔ اور میری عمر بارہ سال کی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے صحابی کے ایک بیٹے ہوا کرتے تھے۔ جو پرانی طرز کے مولوی تھے۔ اور ان کے خیالات بھی جاہل مولویوں والے تھے۔ کبھی بات ہوتی اور ہم نے کہنا کہ علم غیب تو خدا کو حاصل ہے تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دینا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عالم الغیب تھے۔ ہمیں چونکہ بچپن سے ہی شرک کے خلاف تعلیم ملی تھی۔ اس لئے ہم ان سے بحث شروع کر دیتے۔ میری طبیعت میں کچھ شرم اور جھجک تھی۔ اس لئے میں لمبی بحث نہ کرتا مگر میر محمد اسحق صاحب اس کے پیچھے پڑ جاتے۔ مگر وہ

بار بار یہی کہتا۔ کہ نہ نہ یہ نہ کہو۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔ ایک دن پیر محمد اسحٰق صاحب نے اپنے سر سے ترکی ٹوپی اتاری اور اُسے پکڑ دیا۔ جب انہوں نے ٹوپی گھمائی۔ تو اس کا پھندنا ہلا۔ اس پر انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پتہ ہے۔ کہ اس کا پھندنا ہلا ہے۔ کتنے دنگاہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علم ہے کہ اس کا پھندنا ہلا ہے۔ اس پر ہم سب ہنس پڑے مگر وہ بڑی سنجیدگی سے یہی سمجھتا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آدم سے لے کر اپنے زمانہ تک اور اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک واقعہ ہونے والی ہر بات کا علم ہے۔ یہاں تک کہ اگر ٹوپی کا پھندنا ہلا ہے۔ تو اس کا بھی آپ کو پتہ ہے۔

غرض

ایک زمانہ وہ تھا

کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ بعض لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آتے۔ اور لفظ وہی بولتے جو خدا نے کہے تھے۔ مگر دل میں وہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ بھی اس بات کو جانتا تھا۔ کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ مگر فرمایا کہ وہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ دل میں آپ کو رسول نہیں سمجھتے۔

پھر فرماتا ہے کہ کچھ اور لوگ ایسے ہیں۔ جو آتے ہیں۔ اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جو بظاہر تعریف والے ہوتے ہیں۔ مگر ان کی مراد بُری ہوتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ تم راعنا نہ کہا کرو۔ بلکہ انظرنا کہا کرو (بقرہ ع ۱۳) گویا وہ لفظ تو اچھے بولتے۔ مگر ایسے الفاظ میں تعریف کرتے۔ جو خدا نے نہیں بولے۔ اور پھر خدا تو کسی سے فریب نہیں کرتا کسی سے دھوکا اور مکاری نہیں کرتا۔ مگر ان کا مقصد بظاہر تعریفی الفاظ میں استعمال کرکے بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تنقیص کرنا اور آپ کی تحقیر کرنا ہوتا تھا۔ صرف دھوکا دینے کے لئے وہ اس کی شکل بدل دیتے تھے

اب اس زمانہ میں

ایک تیسری قسم کے لوگ

پیدا ہو گئے ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جو خدا نے نہیں بولے۔ اور پھر دل میں سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ سچ کہہ رہے ہیں۔ پہلے منافق

وہ تھے۔ جو بولتے تو وہی الفاظ تھے۔ جو خدا نے بولے۔ مگر دل میں انہیں تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دوسرے منافق وہ تھے۔ جو وہ لفظ بولتے تھے۔ وہ خدا نے نہیں بولے۔ مگر دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے وہ ان الفاظ کو ایسے رنگ میں ادا کرتے تھے۔ کہ بظاہر یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ وہ بڑی تعریف کر رہے ہیں حالانکہ ان کا اصل مقصد تحقیر اور تذلیل کرنا ہوتا تھا۔ اب ان کے مقابلہ میں ایک تیسرا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو وہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو خدا نے استعمال نہیں کئے۔ خدا کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف ایک انسان تھے۔ (کہف ع ۱۲) مگر وہ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص آپ کو بشر سمجھتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور پھر وہ کہتے ہیں کہ

آپؐ کو علم غیب حاصل تھا

حالانکہ قرآن کریم آتا ہے کہ اے محمد رسول اللہ تو لوگوں سے کہہ دے۔ اگر میں عالم الغیب ہوتا تو ساری خیر اپنے لئے حاصل کر لیتا۔ اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔ (اعراف ع ۲۴) آخر سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مخالفین کی طرف سے سیکڑوں حملے ہوئے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو اپنا شہر بھی چھوڑنا پڑا۔ اور پھر آپؐ کے پیارے اور جان نثار صحابہ رضو آپؐ کے سامنے مارے گئے۔ اگر آپؐ کو علم غیب ہوتا۔ تو یہ واقعات کیوں ہوتے۔ اور اتنی تکالیف آپؐ کو کیوں پہنچتیں۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق

اس بات کا قائل نہیں

کہ آپؐ عالم الغیب تھے۔ وہ کافر ہے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ آج تک جس قدر واقعات ہوئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ ان سب کا رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علم ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایسے ہی شخص کے سامنے جب رومی ٹوپی گھمائی گئی۔ اور اس کا پھندنا ہلا۔ اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کا علم ہے۔ کہ رومی ٹوپی کا پھندنا ہلا ہے تو وہ کہنے لگا ہاں آپ کو علم ہے۔ اور جو اس کا انکار کرتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ غرض مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں بدلتی چلی گئیں۔ کوئی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے وہی لفظ استعمال کرتا تھا۔ جو خدا نے استعمال کئے ہیں۔ مگر دل میں وہ آپ کو جھوٹا سمجھتا تھا کوئی ایسے لفظ بولتا تھا۔ جو بظاہر پسندیدہ ہوتا تھا۔ مگر

اندرونی طور پر اس کا مقصد

اس لفظ کے استعمال سے آپؐ کی تحقیر اور تنقیص کرنا ہوتا تھا۔ اور کوئی وہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو خدا نے نہیں کہے اور پھر دل میں بھی سمجھتا ہے۔ کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ جب انسان گرنے لگتا ہے۔ تو وہ گر کر کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔ اس کا علاج ایک ہی ہے کہ انسان سچے دل سے خدا تعالےٰ سے یہ دعا کرتا رہے۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم کہ خدایا تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ورنہ انسان اپنی زبان سے سچے الفاظ نکالے۔ تب بھی وہ اسے بعض دفعہ گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اگر ناواجب تعریف اپنی زبان سے کرے تب بھی وہ اسے گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اللہ ہی ہے جو انسان کو ہدایت دیتا ہے۔ اگر اس کا فضل انسان کے شامل حال ہو۔ اور اس کی رہنمائی اسے حاصل ہو۔ تو

ہدایت پر قائم رہتا ہے

اور اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو۔ تو خواہ اچھے لفظ بولے۔ پھر بھی وہ گمراہ ہو جاتا ہے پس انسان کی نجات کی یہی صورت ہے۔ کہ ہر وقت اسے خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہو۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو کوئی انسان صداقت پر قائم نہیں رہ سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کسی صوفی کا یہ فقرہ

سنایا کرتے تھے۔ جو وہ چلتے پھرتے اور اُٹھتے بیٹھتے کہا کرتا تھا۔ کہ "جو دم غافل سو دم کافر" جب خدا سے انسان غافل ہو جاتا ہے۔ تو جس لمحہ میں بھی وہ غفلت اختیار کرتا ہے روحانی لحاظ سے کافر ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ وہ رسول کی تعریف کرتا ہے۔ اور اپنی زبان سے وہی الفاظ نکالتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے کہے ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ دل میں ایمان نہیں رکھتا۔ اس لئے ایمان کا اظہار کرنے کے باوجود وہ کافر ہوتا ہے پھر بعض دفعہ وہ دوسرے کی تعریف میں ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالتا ہے۔ جو بظاہر بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ دل میں وہ ان الفاظ کا کچھ اور مفہوم سمجھتا ہے اور تعریف کی بجائے دوسرے کی تنقیص اس کے مدنظر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بھی اچھے الفاظ استعمال کرنے کے باوجود اپنے اندر

کفر کا رنگ

پیدا کر لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ آیاتِ الٰہیہ پر سچے دل سے ایمان نہ لانا بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بنا دیتا ہے (آل عمران ع ۱۶) اور یہ ناراضگی بعض دفعہ اتنی بڑھتی ہے کہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر لوگ یہ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ایسے انسان کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ مگر یہ درست نہیں۔ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے۔ خواہ کوئی کتنا گنہگار ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ (زمر ع ۶) صرف ایک فرق ہے جس کو لوگوں نے سمجھا نہیں۔ اور وہ یہ کہ بعض گناہ جن کے متعلق خدا تعالےٰ نے یہ کہا ہے کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے۔

اس کے معنے یہ ہیں

کہ وہ گناہ ایسے ہیں۔ جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہو سکتے۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ توبہ کے بغیر بھی جب انسان کی عام حالت سدھر جائے معاف ہو جاتے ہیں۔ اور بعض گناہ ایسے ہیں جو توبہ کے بعد معاف ہوتے ہیں۔ ورنہ کوئی گناہ نہیں جو معاف نہ ہو سکتا ہو۔ سارا قرآن اس سے بھرا پڑا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ بعض گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ صرف اصلاح اور تغیر پیدا کر لینے سے معاف نہیں ہوتے۔ اور بعض گناہ بغیر توبہ کے بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک انسان پہلے نمازیں نہیں پڑھتا تھا۔ لیکن پھر اس کے

دل میں ندامت

پیدا ہوئی اور اس نے نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ تو اس کے دل میں اپنی پہلی حالت میں ندامت کا پیدا ہو جانا اور آئندہ کے لئے اس کا نمازیں شروع کر دینا اس کی معافی کے لئے کافی ہے۔ لیکن بعض گناہ ایسے ہیں جن کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے۔ مثلاً شرک کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالےٰ معاف نہیں کر سکتا (نساء ع ۷) اس کے یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالےٰ شرک کو کسی صورت میں بھی معاف نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اس گناہ کی معافی کے لئے توبہ بھی ضروری ہے۔ یعنی صرف یہی کافی نہیں کہ انسان شرک کرنا چھوڑ دے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ ساتھ توبہ بھی کرے پس جن گناہوں کے متعلق یہ آتا ہے۔ کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

روزنامہ "آزاد بنگلور" کا

جماعت احمدیہ ہبلی پر بے بنیاد الزام

ایڈیٹر آزاد بنگلور نے ۱۵ رجون سنہ ۱۹۵۶ء کے پرچہ میں ایک بے بنیاد اور غلط خبر کہ "مسلمانوں پر ہبلی کے قادیانیوں نے ایک مسلمان کے خلاف مقدمہ کر دیا ہے"۔ شائع کر کے عوام کو ہمارے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنے والوں میں سے بھی کسی نے کسی مسلمان کے خلاف مقدمہ دائر نہیں کیا۔ جماعت احمدیہ ایک صلح کل اور امن پسند جماعت ہے اور مسلمانوں سے خاص طور پر ہمدردی اور محبت رکھتی ہے جس شخص نے مقدمہ دائر کیا ہے نہ وہ جماعت احمدیہ قادیان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور سے بلکہ صرف ذاتی بُغض اور کینہ کی بناء پر اس شخص کو مسجد سے نکالا گیا۔ جس شخص کو مسجد سے نکالا گیا وہ اپنے محلہ کی مسجد کی مجلس عاملہ کا ممبر ہے۔ ان کو مسجد سے نکالنے کی وجہ صرف یہ ہوئی۔ کہ اس محلہ کے ایک سرغنہ کی مرضی کے خلاف اس بے چارے نے اپنے لڑکے کی شادی ایسی جگہ کر دی جو اس کو پسند نہ تھی۔ آخر معاملہ بڑھتا بڑھتا یہاں تک بڑھ گیا۔ کہ اس کے خلاف عوام کو اُکسانے کے لئے اسے "قادیانی" مشہور کیا گیا۔ اور ایک دن ایک "مجاہد اسلام" نے اسے مسجد سے دھکے دے کر باہر نکالنے کی کوشش کی۔ اس غریب نے افسران اور عدالت کی طرف رجوع کیا۔ اور اب معاملہ عدالت میں زیر کارروائی ہے۔ مگر ایڈیٹر صاحب آزاد کے متعلق افسوس ہے کہ انہوں نے بلا تحقیق غلط بنیاد پر اپنا مقالہ لکھ دیا۔ آپ نے ۲۸ رجون سنہ ۱۹۵۶ء کے شمارہ میں اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر جماعت احمدیہ کے خلاف بدزبانی کی ہے۔ اس شمارہ میں انہوں نے بڑے زور و شور سے آئینی رنگ میں جماعت احمدیہ کی حیثیت کو ظاہر فرمانے کی کوشش کی ہے آپ لکھتے ہیں:-

"کہ قادیانی مسلمانوں کے ہم مذہب بالکل نہیں وہ کھلے مرتد اور اسلام سے خارج ہیں"

مگر اس فیصلہ کے حق میں کوئی آئینی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا۔ اگر مہاشہ رفعت صاحب کا مقصد یہ ہے۔ کہ یہ علماء دین کا فتویٰ ہے تو پھر معاف فرمانا۔ اس طرح مہاشہ رفعت صاحب کو خود اپنا مسلمان ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ آج کل کے علماء دین کا تو شغل ہی یہی ہے۔ بلکہ پاکستان میں تمام مہاشائی ذہنیت کے سمر۔ین نے تجربہ بھی کر کے دیکھ لیا ہے کہ احمدیوں کو اسلام سے خارج "ثابت کرتے کرتے وہ خود اسلام سے خارج ہو چکے تھے۔ کیونکہ یہ معاملہ ایک ہائیکورٹ کے ججوں کے سامنے طے ہونا تھا تاکہ ان جیسے فرقہ واریت کو ہوا دینے والے چند غلط کار علماء کے سامنے۔ آخر ان تمام علماء دین کے بیانات کو سننے کے بعد فاضل ججوں نے یہ ریمارک دیا۔

"دیوبندیوں کا فتویٰ (E-X-5-E-3) جس میں اثنا عشری شیعوں کو کافر و مرتد قرار دیا گیا ہے داخلی ہے اور اسکی تصدیق دار العلوم دیوبند کے دفتر سے ہو چکی ہے) شیعوں کے نزدیک تمام سُنّی کافر اور اہلِ قرآن یعنی وہ لوگ جو حدیث کو غیر معتبر سمجھتے ہیں اور واجب العمل نہیں مانتے متفقہ طور پر کافر ہیں اور یہی حال آزاد مفکرین کا ہے۔ اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ۔ سُنّی۔ دیوبندی۔ اہلِ حدیث اور بریلوی لوگوں میں سے کوئی بھی مسلم نہیں۔"

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ فیصلہ ۲۳۶)

کسی عدالت میں جب کبھی بھی ایسا معاملہ پیش ہوا ہے۔ تو عدالتوں نے یہی فیصلہ دیا ہے کہ احمدی مسلمان ہیں۔ اور اِن کو Public Place پر وہی حقوق حاصل ہیں جو دوسرے مسلمان فرقوں کو حاصل ہیں۔ چونکہ مہاشہ صاحب نے آئینی بحث چھیڑی ہے اس لئے ان کی واقفیت کے لئے ہم چند فیصلوں کے حوالے درج کر دیتے ہیں۔

A۔ ۴۷ انڈین کیسز صفحہ ۲۰۲ اور ۷۱ انڈین کیسز صفحہ ۶۵ میں قرار دیا گیا ہے کہ احمدیت کوئی الگ مذہب نہیں ہے۔ احمدی خود مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔ اور ایک مسلمان جب اس فرقہ میں شامل ہوتا ہے تو وہ مرتد نہیں ہو جاتا۔

B۔ ۱۴۴ انڈین کیسز صفحہ ۶۵۸ میں قرار دیا گیا ہے کہ ہر شخص جو خدا تعالےٰ کی واحدانیت اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت میں یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ احمدی واضح طور پر توحید باری تعالےٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں اس لئے وہ مسلمان ہیں۔ اور جو شخص فرقہ احمدیہ میں شامل ہو جائے اسکے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔

C۔ حال میں ہی ایک عدالت کا فیصلہ ملاحظہ ہو

لائلپور کے ایک ڈسٹرکٹ جج جناب عبدالحمید صاحب اصغر اپنے ماتحت جج کے فیصلہ کے خلاف کی گئی اپیل پر فیصلہ فرماتے ہیں:-

"کہ اس بارہ میں بعض علماء کے خیالات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ہائیکورٹ وقتاً فوقتاً یہ فیصلہ دے چکی ہیں کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا بعض امور میں عقائد کے متعلق باہم اختلافات ہونے کے باوجود ہم کسی طرح بھی احمدیوں کو غیر مسلم نہیں کہہ سکتے۔"

دور کیوں جائیں ہم "رفعت صاحب" کے گھر کی بات ان کے سامنے رکھتے ہیں۔ شموگہ کے ایک سپیشل سیکنڈ مجسٹریٹ اسی قسم کے ایک جھگڑے کا فیصلہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

On a consideration of the arguments adressed & the various books marked as exhibits the MADRAS high court has held that a muslim who becomes an Ahmadiyya does not become an apostate but continued to be a muslman. The case including the arguments advanced have been reported in 71-I-C. 65 There is also a decision of the Patna High court reported in 1916 Patna 187 in which it is held that Ahmadiyyas are not apostated but muslims who are entitled to offer prayers in a masque behind the recognised pesh Imam. In view of these decision. I think it must be held that the complainat did not become an apostate murtad by becoming an Ahmadiyya (Case No 352/42-43 in the court of the special Second Magistrate Shimoga)

علاوہ ازیں رفعت صاحب کے لئے ہندوستان کی بعض ہائیکورٹوں کے فیصلے درج کئے جاتے ہیں تا ایڈیٹر صاحب آزاد بنگلور کی ناپسندیدہ ذہنیت پر خدا اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا اگر کوئی اثر نہیں ہوتا تو کم از کم دنیاوی عدالتوں کے فیصلہ سے ہی ان کی فرقہ پرست ذہنیت میں کچھ تبدیلی آجائے۔ کیونکہ آجکل بعض علماء خدا کی خاموش لاٹھی سے خائف نہیں ہوتے جتنے دنیاوی دستور کی گرفت سے ہوتے ہیں۔

A. In court of the special Power Magistrate Daiku (Burma) C.R.T No 4 of 1945 u/s 297 P.C

"It has been held by the Patna High court in Hakim Khalil Ahmad Vs. Mulik Israfil (1) Thus:-

(A) The Ahmadies Mohmmadans not with standing thier pronounced dissent from othodox opinion on general impartent articles of the faith" the Ahmadies are entitled to enter a masque if they please

(B) Sir Oldfield & Mr Justice Krishna of the Madras High Court said:-

An orthodox Mohmmadan does not by merely joining the Ahmadiyya sect, become a murtador appostate from mahammadanism.

(C) In the same case Mr Justice Krishna further said

In view of these authorities, which I accept, It follows that Mohammadans dose not become appostate by merely accepting the doctrine of Ahmadies. The Ahmadiyans are in my view only a Reforment Sect of Mahammadans"

(Madras High Court C.R.C Case No 366 of 1921. C.R.P. No 291 of 1921.

ان فیصلہ جات کی روشنی میں ایڈیٹر صاحب آزاد بنگلور کے یہ الفاظ کیا قیمت رکھتے ہیں۔ کہ "مسلمانوں کا اسلام اور ہے قادیانیوں کا اور ہے۔ مسلمانوں کا خدا اور ہے قادیانیوں کا اور ہے۔ مسلمانوں کا قرآن اور ہے قادیانیوں کا اور ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ اور ہے قادیانیوں کا اور ہے۔"

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت قول و فعل سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کر چکی ہے اور دنیا کا سنجیدہ طبقہ اچھی طرح سے سمجھ چکا ہے۔ علاوہ ازیں مدراس ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کا اقتباس درج کر دیتے ہیں کہ احمدیوں کا کلمہ اور اسلام الگ ہے یا احمدی ہی حقیقی مسلم اور کلمہ گو ہیں۔

It is the first to be observed that the Ahmadiyyas stated steadly at least emphasize their adherence to the Islamic formula in M.O.V. Ahmad,s (Hazrat Mirza Ghulam Ahmad st M.P.O H) principales are stated in his own words, begining "We are Muslims by the grace of god, Mustfa the Holy Prophet of Arbia is our leader and guide. The mine of our spiritual knowledge is from the cup of the book of god which is called the Quran Every prophet-hood has found its culmination in the messenger of God whose name is Mahamdane the re-nelation of inspiration that we recive have not not been granted us independently but it is thraugh him that we have received this gift.

فاضل جج حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں جماعت احمدیہ کے عقیدہ کا پتہ نقل میں درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"I agree with my learned brother in thinking that these difference are not sufficient to justify us in hodings that the Ahmadies are not Mahammadans but appostate as already stated they accept the Kalma The Prophet-hood of Mohammad and the authorety of the Quran. these undaubtedly are the essential condition for a person to be a Mahammadan and they are camplied with by the Ahmadies

یہ ہے احمدیوں کی آئینی حیثیت ہندوستانی ہائیکورٹوں کے فیصلہ جات کی رو سے! باقی قرآن اور حدیث کی رو سے بھی فرقہ پرست علماء کو پاکستان میں احمدیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لئے جس قدر ندامت اور شرمندگی اٹھانا پڑا ہے۔ وہ پاکستان کی ایک انکوائری کورٹ کے اُس اقتباس سے عیاں ہے جسے ہم شروع میں درج کر آئے ہیں۔

پھر بھی ہم جناب ایڈیٹر صاحب آزاد بنگلور کو مشورہ دیتے ہیں۔ کہ بیلی کے مسلمانوں کو بنگلور میں بیٹھ کر ایسا مشورہ نہ دیں جس سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شرمندگی اٹھانا پڑے اب آزاد ہندوستان ہے انگریزوں کی پھوٹ ڈالو پالیسی کارگر نہیں ہو سکتی اگر مسلمانوں کی کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان میں اتحاد پیدا کریں۔ اگر اسلام کی شہرت و ترقی چاہتے ہیں تو اس کی امن اور رواداری کی تعلیم کو اپنوں اور غیروں کے سامنے لائیں۔ جہاں مسجدیں نہیں وہاں مسجدیں بنوائیں اور اس کے لئے مسلمانوں کو تحریک کریں۔ قرآن اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تراجم اور تدریس کا انتظام کریں۔ اور اگر آپ لوگ خود ان تعمیری کاموں کو نہیں کر سکتے۔ تو خدا کے لئے اس آسمانی تحریک کے رستہ میں جو احیاء دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خدا کے حکم اور سرور دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق قائم ہوئی ہے روڑے نہ ڈالیں۔

احمدیہ جماعت ہی واحد اسلامی جماعت ہے۔ جو یورپ و امریکہ کے تثلیث کدوں اور افریقہ اور مشرقی پنجاب کے بُت کدوں اور صنم کدوں میں اسلامی توحید و رسالت کی منادی کر رہی ہے۔ یہی وہ واحد جماعت ہے جو آج درجنوں زبانوں میں قرآن عزیز کے ترجمے شائع کر کے کلام الٰہی کو اکناف عالم میں پھیلا رہی ہے۔ یہی وہ جماعت ہے۔ جو سینکڑوں فاقہ مست مجاہدوں کے ذریعہ سے تمام دنیا کے ظلمت کدوں میں خدائی نور سے اُجالا کر رہی ہے۔ اور یہ سب کچھ انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں زندہ خدا کی خاص نصرت و تائید سے ہو رہا ہے۔

بس اے بھائیو! اور عزیزو! اگر احمدیت کی سچائی کو پرکھنا ہے۔ تو اس کی اسلامی خدمات سے پرکھو۔ اور خدا کی اس نصرت اور تائید پر نگاہ رکھو۔ جو باوجود ہر طرح کی مخالفتوں کے اس کے شاملِ حال ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد اور اتفاق کی ضرورت ہے۔ آپس میں تفرقہ اور فتنہ بڑھانے سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالےٰ آپ سب کو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرمائے۔ آمین۔

بجز کمال جوہرِ تقوےٰ کے صرف علم رسمی کی آنکھ کسی کام نہیں آتی

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام):-

" اگر کسی انسان میں تقویٰ موجود نہ ہو تو اگر چہ وہ اتنی کتابوں سے لدا ہوا ہو کہ جس قدر ریل گاڑی میں لکڑی وغیرہ لدی ہوئی ہوتی ہے تب بھی وہ کتابیں بغیر تقویٰ کے اس کو کچھ مفید نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ یہودیوں میں بہت سے علماء ایسے تھے کہ توریت کی آیت آیت ان کو حفظ کی طرح تھی۔ لیکن چونکہ ان میں تقوےٰ نہیں تھا اس لئے خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں ان کا نام علماء ربانی نہیں رکھا بلکہ ان کو اس لائق بھی قرار نہیں دیا کہ انسان کے نام سے موسوم کئے جائیں۔

غرض بجز کمال جوہر تقوےٰ کے صرف علم رسمی کی آنکھ کسی کام نہیں آتی۔ آج کل اکثر لوگوں کی آنکھ میں جس قدر تاریکی و بدظنی و بدگمانی چھا گئی ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کا باعث بجز ترک تقویٰ اور کوئی چیز نہیں۔" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۰ء)

درخواست دعاء مکرمی اختر احمد صاحب اشرف درویش قادیان کے گردہ میں پتھری ہونے کی وجہ سے گذشتہ دنوں امرتسر ہسپتال میں داخل ہوئے تھے خدا کے فضل سے اپریشن کامیاب رہا اور حالت تسلی بخش ہے تمام احباب ان کی کامل شفایابی کیلئے دعا فرمائیں۔ (ادارہ بدر)

جماعت کے نوجوان دعاؤں میں شغف پیدا کریں

تقویٰ اور دعائیں روحانیت کی جان ہیں!

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

میں اپنی اس بیماری میں کئی دفعہ سوچتا رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ اب صرف خال خال رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک ہستیوں کی زندگی میں برکت دے۔ اور انہیں تا دیر جماعت میں سلامت رکھے بہرحال خدا تعالیٰ کے اٹل قانونِ قضاء و قدر کے ماتحت یہ چند نفوس اب گویا چراغِ سحری کے حکم میں ہیں۔ جنہیں کسی معمولی سے معمولی بیماری یا معمولی حادثہ کا دھکا اس عالم ارضی سے عالم بالا کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔ بے شک ایسے صحابہ کی تعداد ابھی کافی ہے۔ جنہوں نے اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور حضور کا کچھ کلام بھی سنا اور گو ان کا وجود بھی بہت غنیمت ہے۔ لیکن اول تو یہ طبقہ بھی اب کم ہو رہا ہے۔ اور پھر ان دوسرے درجہ کے صحابیوں کو ان السّابقون الاوّلون صحابہ سے فی الجملہ کیا نسبت ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لمبی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ اور شب و روز حضور کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے کھڑے ہو کر جہاد فی الدین میں حصہ لیا۔ اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانوں کو بارش کے قطروں کی طرح نازل ہوتے دیکھا۔ اور حضور کے مقناطیسی وجود سے متصل ہو کر گویا خود بھی علیٰ قدر مراتب مقناطیسی وجود بن گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے انہیں رویائے صالحہ اور کشوف اور الہام کے شرف سے نوازا۔ اور ایک طرف انہیں دعاؤں میں شغف عطا کیا اور دوسری طرف ان کی دعاؤں کو خاص قبولیت بخشی۔ وذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو فضل عظیم۔

الغرض میں اپنی موجودہ بیماری میں ان باتوں کے متعلق کافی سوچتا رہا۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ مجھ میں کچھ طاقت آئے تو جماعت کے نوجوانوں میں تحریک کروں۔ کہ وہ اپنے اندر تقویٰ اللہ اور دعاؤں کی عادت پیدا کر کے گزرنے والے صحابہ کی جگہ لینے کی کوشش کریں تا جماعت میں کوئی خلا نہ پیدا ہونے پائے اور جماعت کا قدم ہر آن ترقی کی طرف اٹھتا چلا جائے اور جماعت کی روحانیت ہمیشہ اعلیٰ مقام پر فائز رہے۔ چنانچہ اپنے اس خیال بلکہ غیبی تحریک کے ماتحت میں نے مسجد مبارک ربوہ کے امام صاحب کو بھی ایک دن تحریک کی۔ کہ وہ اس کے متعلق جمعہ میں خطبہ دیں۔ اور جماعت کے نوجوانوں میں تقویٰ اللہ اور دعاؤں کی عادت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ اور ساتھ ہی مولوی ابو العطاء صاحب کو تاکید کی۔ کہ وہ اپنے مضامین اور تقریروں میں بھی اس کا خیال رکھیں۔ تا جماعت کی صف دوم صف اول کی قائم مقام بننے کے لئے تیار ہو سکے اور خاص عبادت گزاروں اور دعا گوؤں اور اصحاب کشف و الہام کا سلسلہ جماعت میں تا قیامت جاری رہے۔ اور اگر سب نہیں تو کم از کم ایک طبقہ ہی اس مبارک مقام پر فائز رہ کر جماعت میں روحانی زندگی کے چمکتے ہوئے آثار قائم رکھ سکے۔

میں ان خیالات میں ہی غرق تھا۔ کہ اچانک الفضل کی اشاعت مورخہ ۲۲ جون ۱۹۵۶ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک تازہ خطبہ نظر سے گزرا۔ یہ خطبہ حضور نے یکم جون کو مری میں دیا تھا۔ اور اس میں بعینہ وہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ جس کے متعلق میں اپنی بیماری میں سوچتا رہا ہوں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اس خطبہ کو بڑی توجہ کے ساتھ پڑھیں۔ اور اسے تمام احمدی مسجدوں میں جمعہ کے خطبہ کے طور پر سنایا جائے۔ اور جماعت کو اس کے مضامین کی طرف بار بار توجہ دلائی جائے۔ اور کثرت تکرار کے ذریعہ اسے احمدی نوجوانوں کے دلوں میں اس طرح راسخ کر دیا جائے۔ کہ وہ گویا ان کے جسم کا حصہ بن جائے۔ اور ایک مبارک بیج کے طور پر ان کے دل و دماغ میں بو دیا جائے۔

دراصل گو اسلام کے احکام سینکڑوں ہیں۔ مگر روحانیت کا خلاصہ دو باتوں میں آ جاتا ہے۔ ایک تقویٰ اللہ اور دوسرے دعاؤں میں شغف۔ تقویٰ گویا ذاتی پاکیزگی اور طہارت کے لئے بطور جڑھ کے ہے۔ اور دعاؤں کی عادت اور دعاؤں میں شغف خدا کے ساتھ ذاتی تعلق کا بنیادی ستون ہے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیرہ بے شک سب اعلیٰ درجہ کے نیک اعمال ہیں۔ مگر نیکی کی جڑھ تقویٰ ہے۔ جو گویا اعمال کے ظاہری جسم کے مقابل پر روح کا حکم رکھتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے تقویٰ کا صدر مقام دل کو قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ذالك من تقوى القلوب اور اسی کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

نماز روزہ وغیرہ میں عادت اور ریا اور نمائش کا دخل ہو سکتا ہے۔ مگر تقویٰ کی روح جو دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوتی ہے وہ عادت اور ریاء سے لازماً پاک رہتی ہے دراصل وہ ایک خالص طاہر و مطہر جوہر ہے۔ جو دل میں پیدا ہوتا اور پھر سارے اعضاء پر چھا جاتا ہے۔ میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ہے جو بظاہر نماز روزہ کے پابند نظر آتے ہیں۔ مگر ان میں تقویٰ کی روح مفقود ہوتی ہے ان کا جسم بظاہر پاک و صاف دکھائی دیتا ہے۔ مگر ان کے دل میں جذام کے داغوں نے غلبہ پا کر اس کی اعلیٰ صفات کو خاک میں ملا دیا ہوتا ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر ناجائز باتوں کی طرف اس طرح لپکتے ہیں جس طرح ایک گدھ کسی مردار کتے کی لاش کی طرف بھاگ کر آتی ہے۔ اور حرام مال کھانا اور حرام مال کے ذرائع تلاش کرنا گویا ان کا دن رات کا مشغلہ ہوتا ہے۔ پس یہ یقینی بات ہے۔ کہ اصل نیکی نماز۔ روزہ میں نہیں ہے یہ تو محض شاخیں ہیں۔ بلکہ اصل نیکی دل کے تقویٰ میں ہے۔ جو بطور جڑھ کے ہیں۔ اور تقویٰ سے مراد وہ نیکی کا مستقل جذبہ ہے۔ جس کے ماتحت ایک انسان اپنے ہر حرکت و سکون میں خدا کی طرف دیکھتا ہے۔ اور کوئی قدم اس کے منشاء کے خلاف نہیں اٹھاتا وہ ہر وقت خدا کی رضا کے رستوں کو تلاش کرتا اور اس کی ناراضگی کے مواقع سے اس طرح بچتا ہے۔ جس طرح ایک ہوش و حواس رکھنے والا انسان سانپ یا شیر سے بھاگتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ نماز بھی اسی شخص کی نماز ہے جس کے دل میں تقویٰ ہے۔ روزہ بھی اسی کا روزہ ہے جس کا دل تقویٰ سے معمور ہے۔ باقی سب سوکھی ہوئی شاخیں ہیں جن کی ہمارے خدا کے حضور کوئی قدر و قیمت نہیں۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے دل میں تقویٰ پیدا کریں۔ اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں۔ کہ تقویٰ خدا کی رضا کی تلاش اور اس کی ناراضگی سے بچنے کا نام ہے۔ اور یہ وہ جذبہ ہے۔ جس کا صدر مقام دل ہے اور جس سے ہر نیک عمل کی آبپاشی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں۔

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصلِ اسلام تقویٰ
خدا کا عشق ہے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایمان اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دوسری چیز جو روحانیت کی جان کہلانے کی حقدار ہے۔ وہ دعاؤں کی عادت اور دعاؤں میں شغف ہے۔ یہ نیکی ایک طرف تو تقویٰ کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک متقی انسان دعاؤں کی طرف سے غافل رہے۔ اور دوسری طرف یہ نیکی تقویٰ کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔ گویا یہ نیکی تقویٰ کا سبب بھی ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی اور حق یہ ہے۔ کہ دعا اسلام کی جان ہے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے۔ جس سے انسان کا اس کے آسمانی آقا اور خالق و مالک کے ساتھ ذاتی تعلق قائم ہوتا ہے۔ جس دین میں خدا کے ساتھ انسان کا ذاتی تعلق قائم نہیں ہوتا وہ محض ایک مردہ لاش ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں دعا پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے ادعونی استجب لکم۔ یعنی اے میرے بندو اپنی ہر ضرورت مجھ سے مانگا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم یعنی اے رسول تو لوگوں سے کہدے۔ کہ اگر تم مجھ سے دعا کے ذریعہ تعلق نہیں قائم کرو گے تو مجھے بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ مگر دعا سے مراد رسمی دعا نہیں۔ بلکہ حقیقی درد و سوز کی دعا مراد ہے۔ جس میں انسان کا دل گویا پگھل کر خدا کے دروازہ پر گر جائے چنانچہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ کہ آپ اس درد و سوز کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی ہنڈیا ابل رہی ہے۔ اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔

" دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہام یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو

ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔ مگر اکثر لوگ دعا کی اصل فلاسفی سے ناواقف ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ دعا کے ٹھیک ٹھکانے پر پہنچنے کے واسطے کس قدر توجہ اور محنت درکار ہے۔ دراصل دعا کرنا ایک قسم کی موت کا اختیار کرنا ہے۔

پس ہمارے احباب کو اور خصوصاً نوجوان عزیزوں کو دعاؤں کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اس کے بغیر خدا کے ساتھ ذاتی تعلق ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔ اور دین محض ایک بے جان سی چیز بن کر رہ جاتا ہے اور خدا کے تازہ نشانوں سے محروم ہو کر صرف ایک قصہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے مگر جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ دعا حقیقی دعا ہونی چاہیئے۔ جس کے ساتھ دل کا انتہائی سوز و گداز شامل ہو۔ اور اگر دل کی ہنڈیا نہیں اُبلتی۔ تو کم از کم دل سے دھواں تو اُٹھے۔ پس چاہیئے کہ خدا کے دامن سے اس طرح چمٹے رہو کہ وہ ایک مہربان باپ کی طرح تمہاری جھولی بھرنے میں خوشی محسوس کرے۔ مگر یاد رکھو کہ دعا ایک یا دو یا تین وقت کی دعا کا کام نہیں۔ بے شک خدا چاہے تو بندے کی پہلی پکار پر ہی اس کی جھولی بھر دے مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا کی یہ سنت ہے کہ وہ بندے کے صبر اور استقامت کو بھی آزماتا ہے۔ اور بعض اوقات لمبا سلسلہ دعاؤں کا چلنے کے بعد قبولیت کا وقت آتا ہے۔ بلکہ بعض بزرگوں کے متعلق تو یہاں تک لکھا ہے کہ انہوں نے بیس بیس تیس تیس سال مسلسل دعائیں کیں۔ اور پھر کہیں جا کر ان کی دعا قبول ہوئی لیکن اس زمانہ کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے خدا نے اجابت اذلفت کے الفاظ فرمائے ہیں۔ اس لئے شاید وہ اب لوگوں کو اتنا نہ آزمائے جتنا پچھلے لوگوں کو [illegible] آزمایا گیا۔ مگر کچھ نہ کچھ صبر اور استقامت کا نمونہ تو بہر حال دکھانا ہوگا۔

دعا کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے دعا کے معاملہ میں خدا کا سلوک اپنے بندوں کے ساتھ دوستانہ رنگ کا ہوتا ہے کبھی وہ اپنے بندوں کی مان لیتا ہے اور کبھی اپنی بات منواتا ہے۔ پس اگر خدا کسی دعا کو رد کر دے۔ تو اس پر دلگیر مت ہو۔ اور صبر اور شکر سے کام لو۔ اور یقین رکھو کہ اسی میں تمہاری بہتری تھی۔ دیکھو ایک بچہ بسا اوقات آگ کے خوبصورت اور روشن شعلوں کو دیکھ کر ان کی طرف شوق سے لپکتا ہے۔ مگر ماں باپ اسے روک دیتے ہیں۔ اور وہ ان کے روکنے پر روتا بھی ہے۔ مگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ پس اگر کوئی دعا رد ہو جائے۔ تو اس پر خدا سے تعلق نہ توڑو۔ بلکہ اور زیادہ مضبوط کرو۔ کیونکہ وہ مستقبل کی باتوں کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور وہ تمہاری بہتری کو تم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا و فداہ نفسی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ سچے مومن کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ مگر اس کے قبول ہونے کی مختلف صورتیں ہیں۔ یا تو خدا اپنے بندے کی دعا خدا کی کسی سنت یا مصلحت کے خلاف ہوتی ہے یا خود بندے کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ تو وہ اسے ظاہری صورت میں قبول کرنے کی بجائے اس سے کوئی ایسی تلخ تقدیر جو اس پر آنیوالی ہوتی ہے ٹال دیتا ہے۔ اور یا پھر اس کے لئے آخرت میں کوئی نعمت مخصوص کر دیتا ہے گویا دعا تو ضرور قبول کرتا ہے۔ مگر اس کی قبولیت کی صورت مختلف ہو سکتی ہے۔ پس دعا کرنے والے کو کسی حالت میں بھی دلگیر یا مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارا آقا ہر حال میں رحیم و کریم آقا ہے۔ جس کی رحمت میں شک کرنا کفر میں داخل ہے۔ جس نے خدا کی رحمت میں شک کیا وہ گیا۔ بعض بزرگوں نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ خدا کی رحمت کے بعض پہلوؤں سے شیطان بھی محروم نہیں ہے۔ پس آپ لوگ جو ایک خدائی مامور کی جماعت ہیں اور گویا رسول پاکؐ کے آخرین متبعین میں شامل ہیں۔ کیوں مایوس ہوتے ہیں۔ ولا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ دعا اس الحاح اور درد اور انہماک کے ساتھ کی جائے اور خدا کے دامن کے ساتھ اس طرح لپٹا جائے۔ اور اس کے باب رحمت پر اپنے آپ کو اس طرح پھینکا جائے۔ کہ وہ ارحم الراحمین آقا اپنے بندے کی تضرعات کے جواب میں [illegible] انعطاف بصورت رؤیا یا کشف یا الہام [illegible] حرکت میں آجائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر بندہ خدا کی طرف قدم قدم چل کر آتا ہے تو خدا اس کی طرف دوڑ کر پہنچتا ہے پس اگر دعا میں سوز و گداز کا صحیح کیفیت پیدا ہو جائے تو خدا [illegible] کبھی رنگ میں اپنا منشاء ظاہر فرما دیتا ہے۔ خصوصاً جبکہ دعا [illegible] ایک گونہ استخارہ کی کیفیت بھی پیدا [illegible] [illegible] جواب [illegible] اس کو جواب کی صورت مختلف [illegible] اور بیان کیا۔ [illegible] دل؟ تقوی اور سوز و گداز کی کیفیت اور صبر و استقامت کا مقام ضروری شرط ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے

الذین اٰمنوا و کانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ۔

"یعنی جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان پر خدا کے فرشتے خدائی بشارتیں لے کر نازل ہوتے ہیں جو اس دنیا اور آخرت دونوں سے تعلق رکھتی ہیں یہ ایک ایسا وعدہ ہے۔ جو ہمیشہ رہے گا اور کبھی نہیں بدلے گا"۔

پس خدا کی طرف سے رؤیا اور کشوف اور الہامات کے نزول کے لئے سچا ایمان اور دل کا تقویٰ جو دینداری کی روح ہے لازمی شرط ہے۔ اور اس شرط کو پورا کرنے والا مومن جو خدا کے در دازے پر دعاؤں کے ذریعہ گرا رہتا ہے۔ کبھی بھی بشارات ربانیہ سے محروم نہیں رہتا۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ رستہ نازک ہے۔

ذکر و فکر

احیائے خلافت اور نصب امیر کا مسئلہ

(از اسسٹنٹ ایڈیٹر)

معاصر "صدق جدید" اپنے ۱۲ر جولائی کے ایشوع میں "خوابوں کی دنیا" کے عنوان سے حسب ذیل نوٹ لکھتا ہے:۔

"بمبئی کے ایک قدیم روزنامہ کے ایڈیٹوریل ہے ہمیں انتہائی مسرت ہے کہ موتمر اسلامی کے انعقاد کے لئے ان کالموں میں جو کوششیں جاری تھیں وہ بحمدللہ بارآور ثابت ہوئیں اور ایک اعلان یہ مژدہ خوش ہنگام اپنے ہمراہ لایا ہے کہ مکہ معظمہ میں موتمر اسلامی کا اجلاس انعقاد پذیر ہوگا۔ ... اب کہ موتمر کے اجلاس کا انعقاد متعین ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو اس جانب خاص توجہ کرنی چاہیئے کہ آئندہ اجلاس موتمر میں احیائے خلافت کے سوال کو ضرور اُٹھایا جائے۔ یہ مسئلہ مسلمانوں کے لئے از بس لازمی و ضروری ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ... مسلمانان عالم ایک بار پھر اپنے خلیفہ و سردار کے پیچھے منظم و مجتمع ہو کر ایسے چاروں طرف پھیل جائیں گے جیسے خلافت راشدہ کے عہد میں وہ چاروں طرف پھیل گئے تھے"۔

خوابوں کی دنیا اسی کو کہتے ہیں۔ اور یہ ایڈیٹر صاحب معلوم ہوتا ہے کہ دلکش اور شیریں خوابوں ہی کو عین حقیقت اور بیداری سمجھے ہوئے ہیں:۔

"ایک خلیفہ و سردار کے پیچھے مسلمانان عالم منظم و مجتمع ہونا تو خیر بہت دور کی چیز ہے کسی ایک چھوٹے سے مسلم ملک میں کل مسلمان ذرا ایک لیڈر، ایک سردار تو تسلیم کر لیں! ایسا مسلم معاشرہ آج روئے زمین پر کہیں ڈھونڈے سے بھی نصیب ہو سکتا ہے؟" بلفظہٖ

درحقیقت یہ ایک فطرتی آواز ہے۔ جو ہر زمانہ میں انسان کے دل سے بلند ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کا حقیقی مداوی تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی ہر چند مسلمان خلافت کے وجود کو احیاء دین کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ مگر نہیں سوچتے کہ کسی شخص کو منصب خلافت پر متمکن کرنا انسانوں کا اپنا کام نہیں۔ خدا قرآن پاک کے ان الفاظ پر غور کریں۔ جہاں امت محمدیہ سے یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ..... آلایۃ (سورہ نور ع)

پھر اس کی تفصیل ہادی کامل حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اقوال میں فرما دی تھی۔ مگر افسوس کہ آج کا مسلمان ان سب ارشادات و احکامات کو پس پشت ڈال کر اپنی ترقی و بہبودی کی راہ نکالنے میں مصروف ہے!! ہمیں یقین ہے کہ جس طرح اس سے قبل مختلف اوقات میں اس قسم کی انسانی تدبیریں ناکام رہی ہیں آئندہ بھی جب ایسی کوشش کی جائے گی وہ یقیناً ناکامی کا منہ دیکھے گی خدا نے جس کو حقیقی منصب خلافت عطا فرمایا ہے۔ خدا تعالے اُس کی آواز میں، اُس کی جماعت میں اور اُس کے تمام کاروبار میں غیر معمولی ترقی دے رہا ہے!! کاش اسلامی دنیا کی نگاہ اس کو دیکھ سکے۔ اور اپنی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دے۔

نصب امیر کا مسئلہ

اخبار صدق جدید میں مندرج نوٹ کی قسم کا ایک مفصل مضمون بعنوان "نصب امیر کی ضرورت۔ ایک جائزہ" روزنامہ الجمعیۃ دہلی مؤرخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا ہے جس میں مضمون نگار لکھتے ہیں:۔

"امارت ایک خاص قسم کی تنظیم ہے اور یہ ایک خاص اصطلاحی لفظ ہے فقہ اور کلام کی کتابوں میں اس کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں یہاں تو یہ مسئلہ درپیش ہے اور اس نقطۂ نظر سے غور ہونا چاہیئے۔ کہ ہندیونین میں مسلمانوں کے موجودہ حالات کے لحاظ سے ان کا (باقی صفحہ پر)

"اللہ تعالیٰ کا غالب ہاتھ"

(از مکرم مولوی عبد الحق صاحب مبلغ جماعت احمدیہ مقیم جمبہ)

جماعت اسلامی کا ہفت روزہ المنیر لائلپور اپنے الیشوع ۲۲ر فروری ۵۶ء میں رقمطراز ہے

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا۔ ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفر لہم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے۔ اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا۔ کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے جو ان کے ہم پایہ ہوں۔

اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہونگے اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائید میں پیش کرکے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں۔ کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے۔ بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ وہاں انکے کام کا یہ حال ہے۔ کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں ۔۔۔ ۔۔۔ روس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے تھے اور دوسری جانب ۵۶ء کے عظیم ترین ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ تخمیناً ۲۵ لاکھ روپیہ کا ہو"

(المنیر ۲۲ر فروری ۱۹۵۶ء)

موجودہ دور میں المنیر مخالفین احمدیت کی صف اول میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس نے مندرجہ بالا اقتباس میں عربی زبان کے مقولہ الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے مطابق اپنے بزرگان کی ناکامی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی کی جو شہادت دی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے۔ کہ مخالفین کی ناکامی انکے شخصی نقائص یا اجتماعی کوششوں میں تساہل کی وجہ سے واقع نہیں ہوئی۔ اور بقول المنیر "ان میں سے اکثر تقویٰ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے" بلکہ در حقیقت مخالفین کی ناکامی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوئی ہے۔ جو اگرچہ ایک عرصہ سے پوری ہو چکی ہے۔ اور اب احمدیت کے ایک اشد ترین مخالف نے بھی مجبور ہو کر اس کا اقرار کر لیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پندرہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں ایک کتاب اربعین شائع فرمائی۔ اور اربعین ص ۳ کے شروع میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی۔ اور مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی وغیرہم مخالف علماء گدی نشینوں کے نام تحریر فرمائے تھے۔ اور قرآن کریم کی آیت لو تقول علینا الخ سے اپنی صداقت ثابت فرما کر اس کے خلاف کوئی ایک مثال پیش کرنے والے کے لئے مبلغ پانصد روپیہ انعام رکھا۔ لیکن ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
(مسیح موعودؑ)

اسی ضمن میں حضرت اقدس اربعین ص ۳ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک میرے ساتھ وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے۔ تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں۔ اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا۔ اور نہیں رکے گا۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے . . .

. . . .

. . . .

ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو۔ اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا۔ مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا"

(اربعین ص ۳ و ۵۱ تا ۵۶)

مدیر المنیر سے ہماری صرف اس قدر گزارش ہے کہ:-

۱- آپ کے "بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا" اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ "میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو"

۲- بقول آپکے "ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے" بلکہ "مسلمانوں میں سے بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں گے" گویا وہ رأس القوم تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان کے مردوں عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو مل کر بد دعائیں کرنے کی غیرت دلائی تھی۔

۳- آپ کے نزدیک آپ کے واجب الاحترام بزرگ "قادیانیت کی مخالفت میں مخلص (بھی) تھے"؟ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی انہیں دعا کرنے کے لئے یہاں تک کہا تھا کہ "سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا"؟

کیا اس اقرار و تصدیق اور اعتراف کے باوجود اللہ تعالیٰ کا "ہاتھ غالب" آپ کو نظر نہیں آیا۔ جبکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق مخالفین کی ناکامی اور احمدیت کی کامیابی کی "تلخ نوائی پر مجبور ہو گئے ہیں" اور نہ صرف اجمالی رنگ میں بلکہ پیشگوئی کی تمام جزئیات کی تصدیق فرما رہے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ اور مدیر المنیر "اس تلخ نوائی پر اس لئے مجبور ہوا" اور "یہ حقیقت اس لئے سب کے سامنے آئی" کہ اللہ تعالیٰ کے مسیح اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سے یہ پیشگوئی بیان فرما دی تھی کہ:-

"میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو۔ کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے" فتفکروا وتاملوا ان کنتم من المھتدین۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار
(مسیح موعودؑ)

قربانی کا دن

(صفحہ اول سے آگے)

مہینوں میں قربانیوں کا مہینہ آخری آتا ہے اسی طرح انسان اپنے نفس کی قربانی کرتے کرتے جب انتہا کو پہنچتا ہے۔ تو وہی مقام اور وہی وقت خدا کے قرب اور اس کی ملاقات کے حصول کا ہوتا ہے۔

اگرچہ اس سال بظاہر ذبح کی جانے والی قربانی کے مقررہ دن جلد جلد گزر گئے ہیں۔ اور یقیناً وہ واپس نہیں آ سکتے۔ لیکن اثرات کے لحاظ سے قلب مومن پر ایک دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اور حصول تقویٰ کے (جو ان قربانیوں کا اصل مقصد ہے) کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ انسان جو جلد اپنی سالکی کو پورا کرنے اور آئندہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے تیز تیز قدم اٹھاتا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ اپنی قیمتی قربانی کا دن دیکھے۔ اور وہ خدا کی محبت بھری گود میں اپنے تئیں محسوس کرے۔

اخبار بدر آپ کا اپنا اخبار ہے
اس کی اشاعت بڑھانا آپ کا فرض ہے۔

اخبار و افکار

"قادیان کے احمدی اور پاسپورٹ"

بے گناہوں کا گناہ

قابل توجہ پنجاب و مرکزی گورنمنٹ

اخبار ریاست دہلی اپنے ۱۹ر جولائی کی اشاعت میں بعنوان بالا حسب ذیل نوٹ لکھتا ہے :۔

"گو قادیان کی احمدی جماعت کے ممبروں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان نبوت کے خاتمہ کے متعلق کچھ اختلافات ہیں۔ یعنی احمدی حضرات کا ایمان و یقین یہ ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی حق و صداقت کا علم بلند کرنے کے لئے خدا کی طرف سے اس دنیا میں پیغمبر آتے رہے اور آئندہ بھی یہ آتے رہیں گے۔ مگر غیر احمدی مسلمانوں کا ایمان یہ ہے کہ حضرت محمد آخری پیغمبر تھے اور ان کے بعد کوئی نبی یا پیغمبر نہ آیا اور نہ آئے گا۔ اس اختلاف کو چھوڑ کر جہاں تک اعمال کا سوال ہے یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ احمدی جماعتوں کے مسلمان دوسری تمام جماعتوں کے مقابلہ پر اپنے مذہب کے زیادہ پابند ہیں۔ زیادہ نیک ہیں۔ زیادہ حق پرست ہیں۔ اسلامی شعار مثلاً نماز اور روزہ کے زیادہ پابند ہیں اور ایڈیٹر "ریاست" کا ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ خدا سے ڈرتے ہی نہیں بلکہ خدا سے اس طرح بدکتے ہیں جیسے گھوڑا اپنے سایہ سے بدکتا ہے اور یہ بے چارے خدا کے اس خوف کے باعث گناہ کرنے کے اہل ہی نہیں گو احمدیوں کے مجموعی طور پر زیادہ نیک ہونے کی وجہ یہ کیوں نہ ہو کہ ان کی تعداد مختصر ہے۔ کیونکہ جب تک کسی مذہب کے معتقدین محدود تعداد میں رہیں گے۔ اُن میں اچھے لوگوں کی زیادتی ہو گی اور جوں جوں اس مذہب کے لوگوں کا حلقہ وسیع ہوتا چلا جائے گا ان میں زیادہ آبادی کے باعث بُرے لوگ بھی شامل ہوتے چلے جائیں گے۔

احمدی حضرات کا مذہباً عقیدہ یہ ہے کہ یہ حکومت کے وفا شعار ہوں۔ چنانچہ اس عقیدہ کے باعث احمدی جماعت انگریزوں کے عہد میں ان کی وفا شعار تھی۔ اور انگریزوں کے جانے کے بعد اب ہندوستان میں رہنے والے احمدی تو کانگرس گورنمنٹ کے اخلاص کے ساتھ وفا شعار ہیں اور پاکستان کے احمدی میاں کی پاکستان گورنمنٹ سے وفا شعار ہونا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس عقیدہ کے یہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ پابند ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ دلچسپی اور مسرت کا باعث ہے کہ قادیان (ضلع گورداسپور) کے کئی سرکردہ احمدی لیڈر کانگرس کے ممبر ہیں اور کئی برس سے مقامی کانگرس کے عہدوں پر بھی مقرر ہیں۔

یعنی مقامی پبلک نے ان کو انتخاب کے ذریعہ کانگرس کی لیڈری سپرد کی۔ چنانچہ احمدی حضرات کی اس وطن پرستی اور پر از کانگرس سپرٹ کی موجودگی میں بھی یہ واقعہ کانگرس گورنمنٹ کے دامن پر ایک سیاہ داغ ہے کہ پچھلے آٹھ نو برس سے قادیان کے متعدد احمدی حضرات نے اپنے موجودہ مذہبی رہنما (جو ربوہ ضلع جھنگ پاکستان میں مقیم ہیں) کی زیارت کرنے کے لئے پاسپورٹ کی درخواست کی تو ان کو ہمیشہ ہی ٹال دیا گیا۔ اور یہ لوگ جب بھی پنجاب یا مرکزی گورنمنٹ کے وزراء سے ملتے ہیں۔ تو ان کی بے گناہی کا اقرار کرتے ہوئے ان کو پاسپورٹ دینے کا وعدہ کیا جاتا ہے مگر یہ وعدہ پورا ہونے میں نہیں آتا۔ حالانکہ اس عرصہ میں سینکڑوں غنڈے اور غیر مستحق لوگ کرکٹ کا میچ دیکھنے کے نام پر پاکستان کی سیر کر آئے۔

سوال یہ ہے کہ قادیان کے ان احمدی حضرات کو پاکستان جانے اور واپس آنے کا پاسپورٹ کیوں نہیں دیا جاتا۔ جب کہ دوسرے مسلمان حج کے لئے عرب جا سکتے ہیں۔ سکھوں کے جتھے ہر سال لاہور اور راولپنڈی جاتے ہیں۔ ہندوؤں کو ان کے مندروں کی زیارت کے لئے بارہا اجازت دی گئی اور خدا کا اقرار نہ کرنے والے دیو سماجی بھی اپنے سابق مذہبی ادارہ کو دیکھنے کے لئے لاہور جا چکے ہیں۔ کیا یعنی کیا گورنمنٹ کی کتابوں اور فائلوں میں قادیان کے احمدی باغیوں کی فہرست میں درج ہیں۔ جو ان بے گناہوں کے ساتھ یہ افسوسناک سلوک کیا جا رہا ہے۔ اور اگر نہیں تو ان کو پاسپورٹ نہ دے کر اپنے مذہبی رہنما کی زیارت سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے۔ اور کیا اسے انصاف قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں پنڈت نہرو۔ مولانا ابو الکلام آزاد۔ پنڈت پنت اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ سردار پرتاپ سنگھ کیرون قادیان کے احمدی حضرات کے ساتھ کئے جا رہے اس افسوسناک سلوک پر توجہ دیں اور اگر یہ اصحاب توجہ دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو پھر پارلیمنٹ میں دریافت کیا جائے کہ احمدیوں کے ساتھ کئے جا رہے اس بے انصافی کے سلوک کی وجہ کیا ہے۔ اور کیوں ان لوگوں پر یہ خلاف انسانیت پابندیاں عائد ہیں۔"

ذبیحہ گائے کے متعلق قانونی پابندی

قریب قریب ہر صوبہ میں گائے کے ذبح کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے اور پچھلے ہفتہ صدر جمہوریہ ہند نے پنجاب اسمبلی کے قانون ممانعت گائے کشی کی منظوری دے دی۔ جس کے مطابق آئندہ اس صوبہ میں بھی کوئی گائے ذبح نہ ہو سکے گی اور چاہے کوئی گائے یا بیل کتنا ہی بوڑھا اور ناکارہ ہو وہ ہلاک نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ جن صوبہ جات میں گائے کے کاٹنے کی اس سے پہلے ممانعت ہو چکی ہے وہاں کی اطلاعات ہیں کہ وہاں بھینسیں بہت زیادہ تعداد میں کاٹی جا رہی ہیں اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ شاید بھینسیں بالکل ہی ختم ہو جائیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا غریب حلقہ جو بکری کا گوشت ڈیڑھ روپیہ سیر قیمت دے کر نہیں خرید سکتا دو بارہ آنہ سیر میں بھینس کا گوشت خریدتا ہے یہ درست ہے کہ گائے کے کاٹنے کی ممانعت کے باعث ہندوستان میں دودھ اور گھی بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ قانون پاس ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر گائے کے کاٹنے کی ممانعت کے ساتھ بھینس کاٹنے کی اجازت کا ہونا گڑ کھانا اور گلگلوں سے پرہیز کے مصداق ہے۔ کیونکہ دودھ جتنا بھینس دیتی ہے گائے اس دودھ کا چوتھائی حصہ بھی نہیں دیتی اور چمڑہ حاصل کرنے کے مسئلہ کا کیا حل ہو گا۔ اگر بوڑھے۔ ناکارہ اور ضعیف گائے بیل نہ کاٹے گئے۔ کیونکہ ہندوستان کو جوتوں۔ مشینری اور دوسری ضروریات کے لئے چمڑے کی سخت ضرورت ہو گی۔ چنانچہ بہتر صورت یہ تھی کہ دس یا پندرہ برس کے ایک معین عرصہ کے لئے گائے اور بھینس دونوں کے کاٹنے کی ممانعت ہوتی اور ان میں بھی بوڑھے اور ناکارہ جانوروں کے کاٹنے کی اجازت دی جاتی تاکہ ہم دودھ اور چمڑے دونوں مسائل کو حل کر سکتے۔ ناکارہ جانور ہمارے لئے بوجھ بھی نہ ہوتے اور دس پندرہ برس کے بعد جب یہ جانور کثرت کے ساتھ پیدا ہو جاتے تو پھر ان کے ایک حصہ کو مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے وقف کر کے ان کو کاٹنے کی اجازت دیدی جاتی۔ مذہب کے زیر اثر ہو کر گائے اور بیل کاٹنے کی قطعی اور ہمیشہ کے لئے ممانعت کا ہونا بار سے ملک میں اقتصادی مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہو گا" (ریاست ۱۹ جولائی ۱۹۵۲ء)

خطبہ جمعہ بقیہ صفحہ ۱۲

اس کا یہی مطلب ہے۔

کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتے۔ ورنہ سارے گناہ ہی معاف ہو سکتے ہیں۔ اس بات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں کئی لوگ ٹھوکریں کھانے پڑتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں نے یہ ٹھوکر کھائی۔ کہ انہوں نے توبہ کو نا جائز قرار دے دیا۔ اور مسلمانوں نے یہ ٹھوکر کھائی کہ انہوں نے اباحت کا رستہ کھول دیا۔ اور سمجھ لیا کہ اگر یونہی منہ سے ایک لفظ کہہ دیا جائے تو توبہ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ

توبہ کے اصل معنے

یہ ہیں کہ اس کام سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے جو خدا تعالیٰ نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اور اس کے حضور اپنے گناہوں کا بار بار اقرار کیا جائے مگر ہر گروہ اپنے اپنے رنگ میں چل رہا ہے کسی نے شریعت کو باطل کر دیا ہے۔ کسی نے عمل کو باطل کر دیا ہے۔ اور کسی نے ایمان کو باطل کر دیا ہے۔ اور اس طرح ہر ایک نے اپنی ایک نئی شریعت بنالی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کل حزب بما لدیھم فرحون (مومنون ع ۴) ہر گروہ اپنی اپنی تعلیم سے کر بیٹھ گیا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ وہی درست ہے۔ حالانکہ سچی بات وہی ہوتی ہے۔ جو خدا کہتا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی طرف جھکا رہے۔ اور اس سے توبہ کرتا رہے۔ اور اسے کہے کہ الٰہی اگر تو میرے ساتھ نہیں ہو گا۔ تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میرا ہر قدم تیری رہنمائی کا محتاج ہے۔ اگر تو اپنی رہنمائی میں اپنا قدم نہیں اُٹھائے گا۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ گمراہ ہو جاؤں۔ اور کسی خطرناک گڑھے میں گر جاؤں۔ اگر ہر وقت توبہ بھی انسان کے ساتھ رہے۔ اور نیک عمل بھی اس کے ساتھ رہے۔ تو پھر ایسے انسان کو

خدا اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے

اور ہر قسم کی مصیبت اور مشکلات سے نجات پا جاتا ہے۔

درخواست دعا۔ حیف منظلمین کی احمدیہ جماعت کی طرف سے قادیان میں اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عید کے موقعہ پر مبارکباد کا پیغام اور احباب جماعت سے دعوات دعا کی گئی ہے اسلئے [illegible]

منظوری عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہند

مندرجہ ذیل جماعتوں کے انتخابات کی منظوری بہ تفصیل ذیل دی جاتی ہے۔ یہ منظوری ۳۰-۴-۵۹ تک ہوگی۔ سوائے اس کے کہ بقایا کی وجہ سے مشروط ہو۔ اللہ تعالیٰ جملہ نئے عہدیداران کو زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

۱۔ جماعت احمدیہ چودوار

۱۔ صدر۔ شیخ آدم صاحب۔ D/87- New Kalony chaudwar Kattack (ORISSA)

۲۔ سیکرٹری تبلیغ۔ عبد المنان صاحب " "

۳۔ سیکرٹری امور عامہ۔ جان محمد صاحب " "

۴۔ سیکرٹری مال۔ فضل الرحمٰن صاحب " "

۵۔ " ضیافت۔ شریف احمد خاں صاحب " "

۶۔ " تعلیم۔ شمس الحق صاحب " "

۲۔ جماعت احمدیہ سلواہ

۱۔ صدر و سیکرٹری برائے جملہ صیغہ جات } مولوی احمد دین صاحب

بمقام و ڈاکخانہ گورسائی تحصیل ... کشمیر۔

۳۔ جماعت احمدیہ چنبہ

۱۔ صدر۔ مستری غلام رسول صاحب ریٹائرڈ اوورسیر بمقام چنبہ ہماچل پردیش۔

۲۔ سیکرٹری۔ چوہدری غلام محمد صاحب۔ محلہ دار چنبہ ہماچل پردیش۔

۴۔ جماعت احمدیہ سمبلپور

۱۔ صدر و سیکرٹری تعلیم۔ سید محمود احمد صاحب Muslim Sess, Daluipara sambalpur, (orissa)

۲۔ سیکرٹری مال۔ مولوی قمر علی صاحب Head Master Town urdu school sambalpur

۳۔ سیکرٹری تبلیغ۔ مولوی سید مشتاق احمد صاحب Headmaster Bhootapara urdu school sambalpur (orissa)

۵۔ جماعت احمدیہ شورا پور

۱۔ صدر و سیکرٹری برائے جملہ صیغہ جات } احمد حسین صاحب سعیدی مکیل

بمقام و ڈاکخانہ شورا پور ضلع گلبرگہ علاقہ دکن۔

۶۔ جماعت احمدیہ ٹائیں

۱۔ صدر۔ غلام محمد صاحب۔ بمقام ٹائیں۔ ڈاکخانہ دھرم سال تحصیل ٹیڈر۔ ریاست پونچھ کشمیر

۲۔ سیکرٹری تبلیغ۔ بشیر احمد صاحب " " "

۳۔ سیکرٹری تعلیم۔ محمد حسین صاحب۔ بمقام ٹائیں ڈاکخانہ دھرم سال تحصیل ٹیڈر۔ ریاست پونچھ کشمیر

۴۔ سیکرٹری مال۔ جمال دین صاحب۔ " " "

۵۔ محصل۔ فقیر دین صاحب " " "

۶۔ امین۔ عمر دین صاحب " " "

۷۔ سیکرٹری ضیافت۔ میرزبان صاحب " "

۷۔ بانڈی پورہ

۱۔ صدر خواجہ عبد الغنی صاحب۔ بمقام و ڈاکخانہ بانڈی پورہ۔ کشمیر۔

۲۔ سیکرٹری برائے جملہ صیغہ جات } غلام محمد صاحب " "

احیائے خلافت اور نصب امیر کا مسئلہ

بقیہ صفحہ ۸

اجتماعی زندگی کا کیا نقشہ ہو اور اس کا ڈھانچہ کس قسم کا ہو؟ گذشتہ نصف صدی میں یہ مسئلہ ہر حال زیر بحث رہا کہ ہندوستان کے حالات میں امامت اور نصب امیر اتنا ہی ضروری ہے کہ فرض کا درجہ رکھے یا اس سے پہلے کے عبادات فرض کا درجہ رکھتے ہیں"۔

اسکے بعد تحریر کرتے ہیں:۔

"اس سے انکار نہیں کہ جمعیتہ علماء ہند نے مسئلہ میں پوری دلچسپی لی ہے بلکہ ذمہ دارانہ طور پر مسئلہ کو اٹھایا اور بار بار ناکامیوں کے باوجود اس کو فراموش نہیں کیا"۔

اس کے بعد مضمون نگار نے اس بات پر بحث کی ہے کہ آیا جمعیتہ العلماء کی موجودہ تنظیم کو امارت کی تنظیم کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اور مختصر طور پر اُسکے اور ماطیہ پر اظہار خیال کیا ہے۔ بالآخر لکھتے ہیں:

"بہرحال اس وقت کوئی بحث مقصود نہیں اور نہ اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر غور کرنا ہے مجھے تو مولانا محمد عثمان غنی صاحب اور خود ادارہ الجمعیتہ کو توجہ دلانی ہے کہ نصب امیر کی ضرورت کا درد جو آپ حضرات کو پیدا ہو رہا ہے بیشک قابل قدر ہے۔ مگر یہ جوش باموثر ہونا چاہیئے۔ اور جمعیتہ العلماء ہند کا جو نظام قائم ہے اس کی قدر کرنا چاہیئے۔ اگر بالفرض وہ نظام کمزور ہو رہا ہے تو اس کو مضبوط کر کے باکار بنا؛ کچھ مشکل نہیں۔ یا کسی موہوم چیز کی تمنا میں کسی موجود کو نقصان پہنچانا نہ صرف ایک جماعت بلکہ پوری ملت کے حق میں خطرناک ہے"۔

ہم مضمون نگار کے مشورہ سے اتفاق کرتے ہوئے صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی مختلف تنظیموں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے کہ آخر اس بات کی اصل وجہ کیا ہے کہ جب بھی خلافت یا اسلامی امارت کے قیام کی کوشش کی گئی۔ تو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جس کا جامع اعتراف مضمون کی ابتدا ہی میں موجود ہے؟

ہم نہایت ادب سے گذارش کرتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں گذشتہ وقتوں میں احیاء خلافت یا اس وقت بعض حضرات کے دل میں نصب امیر کی ضرورت کا درد پیدا ہو رہا ہے۔ دراصل یہ مذہب اسلام کی اپنی زندگی اور اس کے زندہ خدا سے متعلق ہونے کا لازمی نتیجہ ہے۔ جو وقتاً بعد وقتٍ ضمیر کی اندرونی آواز کے طور پر سنائی دیتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کو قرآن مجید اور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں حل کیا جائے۔ ہم اس موقعہ پر اسلام اور مسلمانوں کی ترقی و بہبودی کا درد رکھنے والوں سے برملا کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحم کے ساتھ اس تنظیم کی بنیاد اپنے ہی ہاتھ سے اس سرزمین ہند میں احمدیت کی شکل میں رکھ دی ہے نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بیسیوں غیر ممالک میں بھی غیر معمولی ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ اگر آپ لوگ بھی اس سلک میں منسلک ہو کر خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ اور امیر کی طرف سے بڑھائی گئی رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو آپ کی موجودہ کوششوں میں کہیں زیادہ برکت ملے گی۔ (ز۔ ح)

زکوٰۃ کی ادائیگی مال کو پاک کرتی اور بڑھاتی ہے

منظوری انتخاب عہدیداران مجالس خدام الاحمدیہ

بنگلور۔

۱۔ قائد۔ بی ایم عنایت اللہ صاحب نسیم

۲۔ سیکرٹری مال۔ محمد فضل اللہ صاحب

۳۔ معتمد۔ محمد شفیع اللہ صاحب

۴۔ تعلیم و تربیت۔ مولوی محمد امام صاحب (فاضل)

کیندرہ پاڑہ (اڑیسہ)

۱۔ قائد۔ منشی شیخ محمود احمد صاحب

۲۔ جنرل سیکرٹری۔ معین الدین صاحب

پینگاڈی (مالابار)

۱۔ قائد۔ بی احمد صاحب

کلکتہ

۱۔ قائد۔ شفیع احمد صاحب (مالاباری)

۲۔ سیکرٹری مال۔ محمد احمد صاحب غوری

۳۔ سیکرٹری۔ محمد شہاب الدین صاحب

ہبلی (کرناٹک)

۱۔ قائد۔ حضرت صاحب منڈا سگھر

۲۔ معتمد۔ حکیم عبد السمیع صاحب

کوٹ پلہ (اڑیسہ)

۱۔ قائد۔ شیخ منشی عبد الستار صاحب

۲۔ جنرل سیکرٹری۔ منشی عبد الغفار صاحب

۳۔ سیکرٹری وقار عمل۔ یونس خاں صاحب

۴۔ سیکرٹری مال۔ ہارون خاں صاحب

۵۔ " تبلیغ۔ بخش خاں صاحب

۶۔ " تعلیم۔ عبد اللہ خاں صاحب

پنکال (اڑیسہ)

۱۔ قائد۔ منشی جمعہ خاں صاحب

۲۔ جنرل سیکرٹری۔ مقبول خاں صاحب

۳۔ سیکرٹری تبلیغ۔ عبد الستار خاں صاحب

۴۔ " تعلیم۔ منشی شمس الحق صاحب

۵۔ " مال۔ ضمیر الدین خاں صاحب

۶۔ " وقار عمل۔ میاں عطاء الرحمٰن صاحب

کرڈاپلی (اڑیسہ)

۱۔ قائد۔ منشی قاسم خاں صاحب

۲۔ جنرل سیکرٹری۔ منشی محمد صدیق صاحب

۳۔ سیکرٹری تبلیغ۔ سید غلام ہادی صاحب

۴۔ " تعلیم " " "

۵۔ " مال محمد شمس الدین صاحب

۶۔ " وقار عمل۔ بہادر خاں صاحب

حج کے روز قادیان میں اجتماعی دعا

۹ ذوالحجہ کو تمام حجاج کرام عرفات کے میدان میں بعد زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں اور درحقیقت اس موقعہ میں شمولیت ہی کسی حاجی کے حج کو مکمل کرتی ہے۔ پس حجاج کرام کی اجتماعی دعا میں شرکت کی خاطر قادیان میں مقامی طور پر محترم حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی قائمقام امیر جماعت احمدیہ قادیان کی تحریک و ارشاد سے بعد نماز عصر مسجد مبارک میں اجتماعی دعا کا ۷ سے اعلان کیا گیا۔ چنانچہ درویشان کرام کی کثیر تعداد حاضر ہو کر مبارک جگہ میں شریک دعا ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اللہ تعالیٰ سب کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

درخواست دعا۔ گذشتہ ایام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا وہ خطبہ جات جن میں حضور نے سلسلہ کی ضرورت کے پیش نظر جماعت کے نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی تھی پڑھ کر احقر عشرت اللہ خاکسار ... خادم نے بتوکل علی اللہ اس کی سعادت

تمام جماعتہائے احمدیہ ۲۷ر جولائی کو یوم الجزائر منائیں

(از جناب ناظر صاحب امور عامہ قادیان)

الجزائر کے بے بس اور بیکس باشندگان پر فرانسیسیوں کی بربریت اور ننگِ انسانیت مظالم کی مبنی بر حقیقت داستان سن کر کس طرح فرانسیسی حکومت اپنی فوجی طاقت کے بل بوتے پر نہتے لوگوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہے ہر انصاف پسند کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خون کھولنے لگتا ہے آزادی کا مطالبہ ہر ملک کا جائز مطالبہ ہے اسی وجہ سے کئی جابر حکومتوں نے ماتحت ممالک کو آزادی عطا کر دی ہے۔ لیکن حکومتِ فرانس کے لئے شرم کا مقام ہے کہ وہ اس تہذیب و تمدن اور آزادی کے دور میں نوکِ شمشیر سے باشندگان الجزائر کو زیر رکھنا چاہتی ہے۔ اور ان پر نئے سے نئے اور زیادہ سے زیادہ مظالم ڈھا رہی ہے۔

جمعیۃ العلماء ہند کی تجویز ہے کہ ۲۷ر جولائی کو تمام بھارت میں یوم الجزائر منایا جائے۔ جن مقامات پر ایسے جلسے ہوں جماعت کے احباب ان سے پوری طرح تعاون کریں۔ اور ان میں کثیر تعداد میں شامل ہوں۔ اور جہاں نہ ہوں وہاں اپنے طور پر جلسے کر کے ذیل کی تجویز منظور کر کے اس کی نقول دفتر جمعیۃ العلماء بلیماران دہلی اور نظارت ہذا کو اور اخبارات کو بھجوائی جائیں۔

تجویز: باشندگان .... کا یہ عظیم الشان اجتماع حکومت فرانس کے مظالم پر سخت احتجاج کرتا ہے۔ جن کا تختۂ مشق وہ الجزائر کے نہتے باشندوں کو بنائے ہوئے ہے۔

کسی ملک کے باشندوں کو مطالبہ آزادی کی پاداش میں مسلح فوجوں سے کچلنا اور ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کی کوشش وحشت و بربریت کی تاریخ میں ایک نئے ستم کی ایجاد ہے اور ایک ایسے شرمناک باب کا اضافہ ہے جس پر دنیا کی ہر مہذب قوم کی گردن شرم سے جھکنی چاہیئے اور جس کے خلاف ہر بین الاقوامی مجلس کو خواہ وہ بینڈونگ کی مجلس ہو یا یو۔این۔او یا اور کوئی مجلس ہمت سے سخت کارروائی کرنی چاہیئے۔

یہ اجتماع حکومت فرانس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان وحشیانہ مظالم کو بند کر کے الجزائر کے پیدائشی حق اور جائز مطالبہ کو تسلیم کرے اور دنیا کی تمام ہمدرد انسانیت قوموں اور بین الاقوامی جماعتوں سے اپیل کرتا ہے کہ حکومت فرانس کو اس واجبی مطالبہ کے تسلیم کرنے پر آمادہ کریں۔ اور حکومت ہند سے خاص طور پر درخواست کرتا ہے کہ الجزائر کے باشندوں کو فرانسیسی استبداد سے نجات دلانے کے لئے مؤثر اقدام کرے۔

یہ اجتماع عظیم مجاہدین الجزائر کو ان کی قربانیوں اور صبر و استقلال پر مبارکباد دیتے ہوئے یقین دلاتا ہے کہ نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ پوری ہند یونین کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔ اور وہ اپنے محترم وزیر اعظم کی حکومت کی زیر قیادت جملہ کمزور اقوام کی طرح الجزائر کی آزادی اور اس کی ترقی کی دل سے حامی ہے۔

مجاہدین تحریک جدید اور ۳۱ر جولائی

اس سے قبل اخبار بدر مورخہ ۱۴-۶-۶۷ میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ۳۰ر جون تک سو فیصدی وعدہ ادا کرنے والے مجاہدین کے نام سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور دعائے خاص کے لئے پیش کئے جائیں گے۔ مگر چونکہ یہ اعلان دیر سے ہونے کی وجہ سے کئی مخلصین اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے اس لئے میعاد میں ۳۱ر جولائی تک توسیع کی جاتی ہے۔ اب ایسے احباب جو ۳۱ر جولائی تک اپنا وعدہ سو فیصدی ادا کر دیں گے ان کے نام حضرت اقدس کے حضور دعائے خاص کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

پس احباب کوشش فرمائیں کہ وہ وعدہ جو انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جو کہ بہر حال انہوں نے ادا کرنا ہے اس کو اس معین عرصہ میں ادا کر کے دوہرا اجر حاصل کریں۔ اور اپنے محبوب امام کی خاص دعا ؤں سے مشرف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے آمین

وکیل المال تحریک جدید قادیان

حفاظ کلاس کا اجراء

مدرسہ احمدیہ میں حفاظ کلاس کے اجراء کا معاملہ اس وقت نظارت ہذا کے زیر غور ہے۔ جو دوست اپنے بچوں کو قرآن پاک حفظ کروانا چاہتے ہیں۔ وہ مندرجہ کوائف کے ساتھ اپنی درخواستیں مقامی امیر یا پریذیڈنٹ جماعت کی سفارش کے ساتھ جلد از جلد دفتر ہذا میں بھجوا دیں۔ ایسے طلباء کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے وظیفہ بھی ملے گا۔

نام ۔ ولدیت ۔ عمر ۔ صحت ۔ تعلیم ۔ سفارش امیر یا پریذیڈنٹ

نوٹ:۔ درخواست پر والدین یا سرپرست احباب کی رضامندی کا درج ہونا ضروری ہے۔ نیز بچہ اگر نابینا ہے۔ تو اس کی بھی وضاحت کی جائے۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)